رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۵

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ

# الحکم

تاریخہائے اشاعت ۔ ۷ ۔ ۱۴ ۔ ۲۱ ۔ ۲۸

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی

شرح قیمت جو ہر حال میں پیشگی لی جائیگی

(۱) عوام سے (عمر)
(۲) خواص سے (۱۲)
(۳) ہندوستان سے (۵)
(۴) غرباء سے اور نیز مستطیع احباب سے ۱۲/

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

نمبر ۱۷ و ۱۸ | قادیان دار الامان ۷ و ۱۴ مئی ۱۹۰۹ء مطابق ۱۶ و ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۷ھ | جلد ۱۳





انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ... شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائیٹر ... کے اہتمام سے چھپا

یہ ہے:-

زلزلہ در ایوانِ کسریٰ فتاد

اس کے متعلق ہمارے مخدوم صاحبزادہ صاحب تارِ نخت جگر حضرت مسیح موعود نے ایک مفصل اشتہار چھاپ کر تقسیم کیا ہے۔ جس میں ایران کی سلطنت کی ہلچل کا ذکر کیا ہے۔ اور اس سے پیشتر کسی کے وہم میں بھی نہ آتا تھا۔ کہ یہ ہلچل اس سلطنت میں اسقدر نمودار ہوگی۔ کہ اس کی کایا پلٹ دیگی۔ اور یہ غالباً سنہ ۱۹۰۶ء کی شائع شدہ پیشگوئی ہے۔ منسکم رجلٌ رشید

اس کے بعد میں اور بڑی افسوس ناک اور پیشگوئی کا ذکر کرکے اہل دل کے آگے انصاف طلب استغفہ رکھتا ہوں۔ مگر نا فرشری کنہ رجال کا نا ڈاکٹر اس کا مخاطب ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے تو اپنی زندگی میں تکفیر پر قائم رہنا اپنے ایمان کی جزو سمجھا ہے۔ مگر صاحبان فطرت سلیم و باول بتمام گر میرے بیان پر غور فرماویں۔ اور اگر خدا کی توفیق رفیق ہو۔ تو اپنے ایمان کی حفاظت اور تازگی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور وہ متعلق سلطنت رومی کے ہے۔ بیان نش اینکہ رومی سلطنت کا ایک سفیر حسین کامی نام نامساعدت بخت سے جو اُس کے افعال کا نتیجہ تھے۔ قادیان آپہنچا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی۔ کہ میں آپ سے اپنی سلطنت کی بلند اقبالی کے لئے دعا کرانے آیا ہوں۔ حضرت موعود نے اُس کی خاطر داری میں کوئی دقیقہ ممکن باقی نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ ایک چھوٹی سی ضرورت کیواسطے جو کسی اور صورت سے بہ ہر نہج ہو سکتی تھی۔ اس کے لئے خاص ایک یکہ امرتسر کو روانہ کیا۔ کیونکہ ریل کا وقت گذر چکا تھا۔ اور صرف دو مرتبہ ان ایام میں ریل جاتی تھی۔ اور وہ بھی ۱۲ گھنٹہ کے بعد۔ اور امرتسر سے ہی وہ ضروری چیز منگوا کر اُس کی تواضع کی گئی۔ اور خلوت میں اُس کو اس کی سلطنت کے متعلق بہت کچھ مواعظ اور نصائح جس سے وہ اور اُس کی سلطنت کے ارکان فائدہ اُٹھا سکتے تھے سمجھائیں۔ اور کھول کر بیان فرمایا۔ کہ سلطنت کی حالت اچھی نہیں۔ اور ایسی حالت کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ اس پر سفیر مذکور قادیان سے باہر جا کر بہت بھڑ ایا۔ اور یہ اخبارات میں شائع کیا۔ کہ یہ شخص ہماری سلطنت کے متعلق بہت بد خبر دیتا ہے۔ جس سے خلیفۃ المسلمین کی ہتک مقصود ہے۔ اور سلطان سرزمین شرع ہوتے کا ... ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ایسی رائے دکھنا ایمان داری اور مسلمانیت کے خلاف ہے۔ یہ تحریریں اس کی پیسہ اخبار میں شائع ہوئیں۔ اور دوسرے وکیل اخبار نے بھی اپنی نا عاقبت اندیشی سے حضرت موعود کو کوسا۔ اور ناواجب الفاظ لکھے۔ جس پر حضرت نے دو اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء اور ۲۵ جون ۱۸۹۷ء کو نکالے۔ مگر یہ حضرات اخباری مذاق والے کب مانتے تھے۔ نہ بند ہوئے۔ اور نہ باز آئے۔ آخر خدا تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں ہی اُسی سفیر کا گندہ کالا کرکے دکھلا دیا یعنی مظلومان کریٹ بارکا کئی ہزار چندہ جو ہندوستان سے اوسی شخص حسین کامی کی معرفت روانہ ہوا تھا۔ وہ خورد برد کر گیا اور پھر وہ اُس سے اگلوا لیا گیا۔ یہ ظہور پیشگوئی کا صرف ایک شخص کے متعلق تھا جو خود قادیان آیا تھا۔ اور جس کو گویا خود حضرت موعودؑ نے فرمایا تھا۔ کہ تم خیانت کار ہو۔ باز آجاؤ۔ مگر وہ باز نہ آیا اور اُس کا آخر نتیجہ پایا۔ اب حضرت موعود کی وفات کے بعد یہ پیشگوئی دوبارہ ایک ہیبتناک رنگ میں رومی سلطنت میں ظہور پذیر ہوئی ہے۔ کہ کل اہلکار اُس سلطنت کے خلیفۃ المسلمین سے برگشتہ ہوگئے۔ اور ان کو عہدہ سے معزول کرکے از راہِ خیانت کاری سارا روپیہ اُن کا اُن سے چھین لیا۔ دوسری ولائت کو چلتا بنایا۔ اخبار عام میں خبروں کے کالم میں مسطور ہے۔ کہ سلطان نے اپنی جان کی بھی اُن سے معافی چاہی۔ سبحان اللہ! وہ سلطان جو خود جان بخشی کیا کرتا تھا۔ اب اپنی جان بخشنے کا امیدوار ہے۔ ہمیں کوئی بتلائے کہ کیا اور بھی کوئی پہلو وضوح پیشگوئی کا اس سے بڑھکر ہو سکتا ہے۔ خاص کر ایڈیٹر وکیل اخبار اور پیسہ اخبار اگر زندہ ہوں تو جواب دیں۔ کہ کیا وہ پیشگوئی جس کے ظاہر کرنے پر آپ لوگ جلے جاتے تھے۔ اب پوری ہوگئی یا نہیں۔ اگر دم میں دم ہے یا کوئی غیرت کی رگ باقی ہے تو بولو ؏

تھے شبِ وصل میں سب جان کے کھلانے والے
آج کیا مر گئے گھڑیال بجانے والے

ایہا الناس! خدا کا مسیح دُنیا میں آچکا۔ اور اس کے متعلق سب باتیں پوری ہو چکیں۔ اور وہ نصاریٰ سے بھی جھگڑا کر گیا۔ اور کفار بھی اس کے دم سے مرے۔ اور اُس نے ایسے زور شور سے تبلیغ کی کہ دلوں کو ہلا دیا۔ اور کانوں کو سُنا دیا۔ مگر جن کے کان سُننے کے نہیں۔ اور دل سمجھنے کے نہیں۔ وہ بے خبر ہیں۔ وہ آدم تھا۔ جس سے دُنیا میں دوبارہ نسل باخدا انسان کی پیدا ہوئی۔ اور وہ ایک درخت تھا۔ جس کے سایہ کے نیچے بہت سے جانداروں نے آرام پایا۔ اور اُس کی شاخیں ابھی تک طوبیٰ کے سایہ کی طرح ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔ وہ سلیمان تھا۔ جس کے زمانہ میں جنات طرح طرح کی ایجادیں یعملون لہ مایشاء کے رنگ میں طیار کر رہی ہیں۔ اور تخت ہوائی اُسی کے زمانہ میں مشرق مغرب کی سیر کرتا نظر آیا۔ وہ **نوح** تھا۔ جس نے طوفان سے بچنے کے لئے ایک کشتی تیار کی (کشتی نوح) جس پر سوار ہو کر ہزارہا جانیں بچ گئیں۔ وہ مسیح تھا۔ جس نے ہزارہا مردے زندہ کئے۔ اور جس نے بیشمار مٹی کے پرندوں میں روح پھونک کر روح القدس کا آشنا کر دیا۔ وہ پاک وجود محمد مصطفےٰ تھا۔ جس نے لیظہرہٗ علی الدین کلہ کی پیشگوئی مشرق و مغرب کے مذاہب پر صادق کر دکھائی۔ وہ اگرچہ خود ہم میں موجود نہیں۔ مگر اُس کے کلام پاک کی بے نظیر تاثیرات بھی تم کو آبِ حیات کا مزہ چکھا سکتی ہیں۔ اور مردوں کو زندہ بنا سکتی ہیں۔ کیا کوئی روح ہے جو اس طوفان فسق و فجور میں کشتی نوح کو پڑھکر اپنی جان غرق ہونے سے محفوظ رکھے۔

حضرت اقدسؑ نے کشتی نوح کتاب پانچہزار چھپوا کر ملک میں پھیلائی تھی جس میں سے دو ہزار کے قریب ابھی باقی ہے جس کو زندگی مطلوب ہے اُس سے فیض حاصل کرے۔ اور بھی اس کے علاوہ اسّی کے قریب کتابیں ہیں۔ جو حضرت کا زندہ معجزہ اور زندہ کلام ہیں۔

الغرض خدا کے مسیح کے زندہ کارنامے روز روشن کیطرح دُنیا میں موجود ہیں۔ جس کے دیکھنے کی آنکھ ہو دیکھے۔ جس سے سُننے کے کان ہوں وہ سُنے۔

آئینہ کمالات اسلام میں وہ دریا معارف کا آپ نے بہا دیا ہے۔ کہ پڑھکر بے اختیار جی اُن قدموں کو چوم لینا چاہتا ہے جس کے ہاتھوں نے اس کو لکھا ہے۔ مگر وہ کہاں اب میسر آسکتے ہیں۔ آہ صد آہ۔

آج چھبیسویں اپریل کی پھر آئی ہے۔

دِل پہ میرے غمِ ہجراں کی گھٹا چھائی ہے
یہ وہ دن ہے کہ ہوئی قادیان کی رونق کم
داغِ ہجرت کے بھی دینے کی گھڑی آئی ہے
ہوتے ہیں حضرت موعودؑ روانہ یہاں سے
اب مسیحا کو سیاحت کی ہوا بھائی ہے

نکلے خدام گھروں سے ہیں سواری کے ساتھ
اور بٹالہ میں ٹھہرنے کی بھی ٹھہرائی ہے
واقعاتِ نبوی کہتے بیاں ہونٹوں سے
دل میں دُھن خدمتِ دین ہم نے بھی پائی ہے
ہاں وہ آپ کا چلنا۔ وہ بیان فرمانا۔
جس کا ایک عمر سے یہ شیفتہ شیدائی ہے
کیا کروں کروں کس سے کہوں اب نہیں آتا ہے نظر
جاں گھٹی جاتی ہے اور دل میرا سودائی ہے
چل وہاں اے دلِ بیتاب مسیحا ہے جہاں
چھاونی کس کے لئے تو نے یہاں چھائی ہے
یا مسیحا تیرے دیدار میں ہے۔ میری حیات
جلد دکھلا کہ اب جان پہ بن آئی ہے
کچھ سُنا آپ نے ہم کس لئے چلاتے ہیں
سال گذرا ہے کہ حضرت کو نہیں پاتے ہیں

راقم
کمترین غلامانِ مسیح موعودؑ مہدی حسین مہتمم کتبخانہ حضرت ممدوح

## قادیان کی کمیٹی

حفظ صحت کے اصولوں پر قادیان کی صفائی کے لئے متواتر تحریکوں پر ایک کمیٹی رقبہ مشترہ قادیان کے نام سے قائم ہوئی تھی۔ امید کی جاتی تھی۔ کہ اس کے ذریعہ صفائی کا انتظام مکمل اور درست ہو جائیگا۔ مگر میں نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ صفائی کا انتظام ایسا ناقص اور بیہودہ ہے کہ اس سے بدتر ہونا شائد مشکل ہو۔ قادیان کی صفائی کی حالت پہلے کی نسبت بدترین ہو گئی ہے۔ اور میں اسی امر کیلئے ممبران کمیٹی کو ذمہ وار یقین کرتا ہوں۔ کہ غریب پبلک کا روپیہ نہائت بے رحمی کے ساتھ خرچ کیا جا رہا ہے۔ چوکیداروں کی تنخواہ میں ایک روپیہ ماہوار کا اضافہ اس وجہ سے کیا گیا تھا۔ کہ وہ صفائی کی نگرانی کریں۔ مگر ممبر صاحبان میں سے کوئی ایک بتاوے کہ چوکیدار اس فرض منصبی کو ادا کرتے ہیں۔ پھر دفعدار کی تنخواہ میں ایک روپیہ کا اضافہ کیا گیا۔ اس کا نتیجہ بھی بجز اس کے کچھ نہ نکلا۔ کہ بارہ روپیہ سال کا اور خرچ قادیان کی پبلک پر ڈالا گیا۔

شہر میں جابجا کوڑے کے ڈھیر اور غلاظت کے ٹوکرے بہت دیر تک پڑے رہ کر صحت پر بُرا اثر ڈالتے ہیں۔ خاکروب جو صفائی کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ انہیں ایک قسم کی پنشن ملتی ہے۔ جب کسی کا جی چاہا آگیا۔ اور خاک دھول اُڑا کر چلدیا۔ اگر کمیٹی کے تقرر سے یہ غرض تھی۔ کہ غریب رعایا سے ہوس ٹیکس وصول کر کے چند آدمیوں کی پرورش کی جاوے۔ تو یہ غرض پوری ہوتی ہے۔ اور اگر اس سے مراد قصبہ کی حالت کی اصلاح ہے۔ تو وہ مفقود ہے۔ میں بڑی جرأت کے ساتھ اس بدنظمی کو ممبران کمیٹی کے نوٹس میں لاتا ہوں۔ اگر وہ اس معاملہ پر توجہ نہیں کر سکتے۔ تو بہتر ہے۔ اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔ جو ان کے کندھے پر رکھا گیا ہے۔ میری اپنی رائے ہے کہ قادیان کی کمیٹی کی موجودہ حالت اور آمدنی پر ایک مستقل محرر کی تنخواہ کا بوجھ بھی سراسر نامناسب ہے۔ یہ کام کسی ممبر کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ دو تین روپیہ ماہوار الاونس کے دینے سے روشنی کے انتظام کے لئے لالٹینوں کی منظوری ہو چکی ہے۔ مگر لالٹینیں اب تک مفقود ہیں۔

میں کمیٹی کے دوسرے نقائص پر آئندہ لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ جس میں بتاؤں گا۔ کہ انتظامی صورت کس طرح پر مفید ہو سکتی ہے۔ مجھے امید کرنی چاہئے کہ ہمارے سٹی فادرز اپنی ذمہ واری کو سوچیں گے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ملیریا بخار کی عام شکائت ہے

## رپورٹ جلسہ ۱۹۰۸ء

ایک عرصہ گذرتا ہے۔ کہ الحکم کے کالموں میں یہ تحریک کی گئی تھی کہ سالانہ رپورٹ سلسلہ کے کاموں کی شائع ہونی چاہئے۔ ابتدا یہ کام ایڈیٹر الحکم نے الحکم ہی کے ذریعہ کیا۔ اور یہ سالانہ رپورٹ بڑی دلچسپی کی نظر سے دیکھا جاتا رہا۔ پھر کثرت کار کی وجہ سے التوا ہوا۔ تو سالانہ رپورٹ کے چھاپ کر مفت تقسیم کرنے کی تحریک الحکم میں کی گئی تھی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ آخر یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ اور ۱۹۰۸ء کے جلسہ کی رپورٹ کے ساتھ ۱۹۰۸ء کی سالانہ رپورٹ شائع کی جاتی ہے۔ یہ رپورٹ ۱۲۰ صفحوں پر چھاپی گئی ہے۔ جس میں پہلے ۲۵ صفحوں پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے کاموں کی رپورٹ اکتوبر ۱۹۰۷ء سے لیکر ستمبر ۱۹۰۸ء تک کی ہے۔ اس کے بعد [illegible] اور نظمیں ہیں جو سالانہ جلسہ کی تقریب پر ہوئیں۔ پڑھی گئیں۔ مگر کسی وجہ سے ایڈیٹر الحکم اور مولوی سید محمد احسن صاحب کی تقریریں شامل نہیں ہوئیں۔ یہ رپورٹ چونکہ پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے اور جیسا کہ سکرٹری صاحب نے اپنے انٹروڈکٹری نوٹ میں تسلیم کیا ہے۔ اس میں بہت سے نقص رہ گئے ہیں۔ جن کی آئندہ اصلاح کی امید ہونی چاہئے۔ مگر ایک نقص عظیم جو اس رپورٹ میں رہ گیا ہے۔ اس کی تلافی کے لئے اب کوئی موقعہ نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال اور دورِ خلافت کا واقعہ ہے۔ اور ۱۹۰۸ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کونسٹی ٹیوشن میں یہ عظیم الشان انقلاب تھا جس کا ذکر ازبس ضروری تھا۔ لیکن رپورٹ مذکور جن حالات کے اندر مولوی محمد علی صاحب کو تیار کرنی پڑی اور جس تنگ وقت میں اس کی تیاری ہوئی۔ وہ اس کے لئے شائد معقول عذر ہو۔ بہرحال نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔ اس لئے اس رپورٹ کا شائع ہونا اس سال کی ترقیوں میں ایک اضافہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریروں کے متعلق بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جو اس میں شائع کی گئی ہیں۔ وہ مکمل اور [illegible]

میری سمجھ میں تقریریں تو اخبارات میں شائع ہو چکی تھیں اُن کی مجموعی صورت میں چھپنے کی چنداں ضرورت نہ تھی مگر صرف رپورٹ ہی چھاپ کر مفت شائع کر دی۔ تو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

# مذہب اسلام اور علم

جرمنی کے ایک نامور مستشرق ڈاکٹر ہوٹن نے "المویّد" کو لکھا ہے۔ کہ یورپ کے تمام مستشرقین بلاد مشرق سے عموماً اور مصر اور اُس کے مدرسہ ازہر سے خصوصاً گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ جامع ازہر کے علماء اور طلباء جمود کی حالت میں ہیں۔ مذہب اسلام نے علمی بحث کرنے اور اسرار فطرت پر غور کرنے کی اجازت نہائت فیاضی سے دی ہے۔ یورپ نے اُسی وقت ترقی کی۔ جب مسلمانوں کے علوم اسپین اور فرانس میں شائع ہوئے۔ یورپ کے علماء نے مسلمان علماء سے علم اور فلسفہ کی تعلیم مدتوں تک پائی ہے۔ اسپین کی حالت بیسویں صدی کی نسبت تیرہویں صدی میں بہت اچھی تھی۔ جبکہ اُس پر اسلامی تمدن کا آفتاب اپنی کرنیں ڈال رہا تھا۔ پس موجودہ مسلمان علماء کے لئے یہ نہائت شرم و غیرت کا مقام ہے۔ کہ ترقی اور تمدن میں یورپ کے اہل علم اُن سے سبقت لے گئے ہیں۔ حالانکہ مسلمان علماء علم اور فلسفہ میں زمانہ سابق میں نہائت ممتاز تھے۔ اگر مسلمان علماء اپنے اسلاف کی پیروی کرتے۔ تو آج بلاد اسلامیہ کی یہ تنزل کی حالت نہ ہوتی۔ اسلام پر کوئی الزام نہیں آسکتا کیونکہ وہ ترقی اور تمدن کا مذہب ہے۔ جو الزام ہے۔ وہ مسلمان علماء پر ہے۔ جو مفید علوم سے گریز کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے پیغمبر نے فرمایا تھا۔ کہ علم کی تلاش کرو۔ اگرچہ وہ چین میں ملے۔ افسوس ہے۔ کہ موجودہ مسلمان علماء اپنے پیغمبر کی ہدائت پر عمل نہیں کرتے۔ اور علم و فن میں اہل یورپ سے مقابلہ کر کے اپنی قوم کی ہستی کو قائم رکھنا نہیں چاہتے۔ جرمن کے فرمانروا فریڈرک دوم نے ایک دفعہ مراکو کے سلطان عبدالواحد کو خط لکھ کر چند فلسفی سوالات کا جواب طلب کیا تھا۔ سلطان کے دربار میں اُس وقت ابو محمد عبدالحق (المتوفی سنہ ۶۶۷ھ) ایک مشہور مسلمان فلسفی تھا۔ سلطان کے اشارہ سے اُس نے اُن سوالات کے جواب لکھے۔ جن کو پڑھ کر جرمنی کے علماء حیران رہ گئے۔ زمانہ سابق میں تو مسلمانوں کی یہ حالت تھی۔ مگر اب بالکل اس کے برخلاف حالت ہے۔ آجکل مسلمان علم و فن اور ترقی کے امور میں اہل یورپ کے محتاج ہیں۔ جاپان نے چالیس سال میں ترقی کی۔ اور یورپ کے برابر پہنچ گیا۔ اگر مسلمان بھی چاہیں۔ تو ایسی ہی ترقی کر سکتے ہیں۔ مصریوں کو ازہر کی اصلاح کرنی چاہیئے اور ایک نہیں کئی یونیورسٹیاں قائم کرنی چاہئیں۔ اور تعلیم پر بے دریغ روپیہ صرف کرنا چاہیئے۔ اب سے (۱۵۰) سال پہلے جرمنی تنزل کی حالت میں تھا۔ مگر جب اس نے علم کے حاصل کرنے کے لئے اپنی دولت پانی کی طرح بہا دی تو وہ یورپ میں اوّل درجہ کا علمی ملک ہو گیا۔ آج کل اُس میں (۲۱) یونیورسٹیاں ہیں۔ جن میں (۴۰۰۰) پروفیسر ہیں۔ اور (۶۰۰۰۰) طلباء تعلیم پاتے ہیں اور دُنیا کے مختلف حصّوں سے جوق جوق طلباء ان درسگاہوں میں آتے رہتے ہیں۔ آجکل ایک جرمن یونیورسٹی میں ایک نوجوان مصری مسلمان فلسفہ کی تعلیم دیتا ہے۔ اُس کو دیکھ کر میرے دل میں مصریوں کی نسبت بڑی بڑی امیدیں پیدا ہوئی تھیں۔ مگر اخباروں میں یہ خبر پڑھ کر کہ ازہر کے علماء اور طلباء نے ان جدید اصلاحات کی نہائت زور سے مخالفت کی ہے۔ جن کو خدیو مصر ازہر کے نظام تعلیم میں داخل کرنا چاہتے ہیں۔ میری تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ حیرت ہے۔ کہ مسلمان علماء کی رائے علم و فلسفہ کے برخلاف کیوں ہے۔ میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اگر آج امام غزالی۔ ابن سینا۔ فارابی۔ ابن رشد اور حرنی وغیرہ فلاسفۂ اسلام زندہ ہو جائیں۔ جن کے طفیل اہل یورپ نے اس قدر علمی ترقی کی ہے۔ تو مسلمانوں کی موجودہ حالت جمود کو دیکھ کر وہ اپنی قبروں میں واپس جانا بہ نسبت زندہ رہنے کے زیادہ پسند کریں گے۔ (علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ)

# اشتہار سوانحعمری باوا نانک رحمۃ اللہ علیہ

یا ایھا الذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم

اے ایماندارو! اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو۔ تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے۔ ان دنوں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے۔ کہ سکھ صاحبان جو در اصل ہمارے بھائی بندوں میں سے ہیں مگر بباعث چند اغواؤں اور اجتہادی غلط فہمیوں کے ازہر تا اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ ان کے ملاپ کیلئے اس سوانحعمری کے ذریعہ محبت و پریم کی تخم ریزی کی جاوے۔ مگر اس بات سے شرمندہ ہوں کہ میں نے یہ کہا کہ میں نے اس کو لکھا ہے۔ کیونکہ میں یہ دیکھتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اوّل سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھکو عجیب در عجیب مددیں دی ہیں۔ اور وہ عجائب لطائف و نکات معرفت سمجھائے ہیں۔ جس سے پتہ ملتا ہے۔ کہ وہ کیونکر اسلام کی غربت کے زمانہ میں خاص تائیدوں کے ساتھ اس کی حمائت کرتا ہے۔ اور کیونکر ایک عاجز انسان کے دل پر تجلی کر کے لاکھوں آدمیوں کے منصوبوں کو خاک میں ملاتا ہے اور ان کے حملوں کو پاش پاش کر کے دکھلاتا ہے۔ میری یہ دلی آرزو ہے کہ اس سوانحعمری کا ایک ایک نسخہ پنجاب کے مشہور مشہور گوردواروں یعنی دھرم شالوں میں مفت بھیجا جاوے کیونکہ آجکل ترقی کا زمانہ ہے۔ اور سکھ صاحبان کے اخلاق علوی قومی امید ہے کہ وہ ضرور اپنے پیارے گورو کے واکوں سے لابھ اُٹھائیں گے۔ اگر مجھے وسعت ہوتی۔ تو میں تمام جلدوں کو مفت للہ تقسیم کرتا۔ اے دوستو! اب میری اس میں اعانت کرو۔ وہ دُنیا اور ستر آخر کے توشہ کا وارث ہو۔ کتاب کی قیمت ۱۲ کے قریب ہوگی۔ اگر دو سو درخواستیں میرے پاس آجاویں تو میں بہت جلد شائع کر دونگا۔ جو صاحب اس کو خریدنا چاہیں۔ تو وہ بلا توقف مصمم ارادہ سے اطلاع بخشیں تاکہ کتاب کے شائع ہونے کا بندوبست کیا جائے۔

اظہار دل کے لئے جو خلیفۃ المسیح کے حکم سے بغرض تبلیغ سکھ صاحبان لکھی گئی ہے۔ اُس کے لئے بعض دوستوں کے خطوط آئے ہیں۔ سو واضح ہو کہ وہ زیر طبع ہے۔ عنقریب شائع ہو جائیگی۔

قوم کا خادم

محمد یوسف سابق سورن سنگھ

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور

قادیان دارالامان
۴ مئی سنہ ۱۹۱۱ء

# موہن پور پرگنہ جلال آباد کی حقیقت کا انکشاف



{مندرجہ ذیل اشتہار میرے مکرم بھائی سید مختار احمد شاہجہانپوری نے اشاعت کے لئے بھیجا ہے۔ چونکہ آرین اخبارات میں اس قسم کے نو مسلموں کے متعلق عجیب و غریب تحریریں شائع ہوئی ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ اشتہار اُن کی تردید کے لئے کافی ہوگا۔ ایڈیٹر}

جملہ خاص و عام کو معلوم ہو کہ یہ خبر جو بہت شد و مد سے مشہور ہوئی تھی۔ کہ موہن پور میں کئی سو مسلمان آریہ ہو گئے۔ تحقیق سے بالکل غلط ثابت ہوئی۔ جب ہم چند آدمی گئے۔ تو جلال آباد پہنچکر معلوم ہوا۔ کہ کوئی مسلمان گھرانا تو نہیں۔ ٹھاکر جیلال سنگھ البتہ آریہ ہونے والے ہیں۔ مگر اُن پر مسلمان تو کیا۔ نو مسلم کا لفظ بھی اطلاق نہیں پا سکتا۔ اس لئے کہ وہ یا اُن کے باپ یا دادا یا اُن کے مورثوں میں سے کوئی شخص کبھی مسلمان نہیں ہوا۔ بلکہ جیلال سنگھ ایک ایسی وجہ سے بے وہم یا نو مسلم کہلاتے ہیں جس کا بیان کرنا ہم سر دست مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ دل آزاری پر محمول کیا جائیگا۔ حالانکہ دل آزاری ہمارا مقصود نہیں۔ جیلال سنگھ ہمیشہ اس کوشش میں رہے ہیں۔ کہ وہ کسی طرح ٹھاکر کلیان سنگھ کنڈھر کے ساتھ جو ٹھاکر موہن سنگھ کے پوتے اصلی بیاہتا بی بی کی اولاد سے ہیں۔ شامل ہو جائیں۔ مگر آج تک اُن کے ہاں جیلال سنگھ کی شادی بیاہ گت نہ ہو سکی۔ اب آریہ صاحبان نے اُن کو اپنے ساتھ شامل کر لینا چاہا ہے۔ حقیقت صرف اتنی ہے۔ باقی لغویات۔ **ہم لوگوں نے اتنے ہی پر بس نہیں کیا۔** بلکہ موہن پور پہنچکر بھی معلوم کیا۔ کہ اُسی وجہ سے (جس کو بیان کرنا اس وقت ہم نے مناسب نہیں سمجھا) یہ بے وہم یا نو مسلم سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ مسلمان ہونے سے تو اُن کو کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہاں تک کہ جیلال سنگھ نے بھی یہی کہا کہ ہم کسی میں بھی نہیں ہیں۔ اور **ہم تو یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ نو مسلم کسے کہتے ہیں۔** اُن سے کہا گیا کہ ہم لوگ تو اس خیال سے آئے تھے۔ کہ اگر کوئی نو مسلم آریہ ہونا چاہتے ہیں۔ تو ہم اُن سے دریافت کریں۔ کہ اُن کو کونسا شبہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ شبہ ظاہر کریں۔ کہ اُس کے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ **جیلال سنگھ نے جواب دیا۔ کہ شبہ کی بات نہیں اور نہ ہم کچھ جانتے ہیں۔ ہم تو ٹھاکر ہیں۔ آپ لوگوں سے تو کچھ بھی واسطہ نہیں۔ آپ کو بے فائدہ تکلیف ہوئی۔ ہماری برادری کے چند آدمی آریہ ہو گئے ہیں۔ انھیں کی وجہ سے ہم بھی ہونا چاہتے ہیں۔** ان سے کہا گیا۔ کہ مذہب تو برادری کی وجہ سے اختیار نہیں کیا جاتا ہے مذہب تو نجات کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر تم مذہب کو اُس کی خوبیوں اور نجات کی غرض سے اختیار کرنے والے ہوتے تو ہم تمکو سناتے۔ **کہ اسلام میں کیسی خوبیاں ہیں اور اسلام کیسا سچا اور عمدہ مذہب اور نجات کا کتنا عمدہ ذریعہ ہے۔ اور تنہائی میں اور مجمع میں بحث کے ذریعہ غرض جس طرح تم پسند کرتے۔ ہم تمہاری تسکین کی کوشش کرتے۔** لیکن جب تمہارا یہ خیال نہیں تو مجبوری ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں صاحب! ہم تو ان باتوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ نہ مذہب کو جانتے ہیں۔ نہ نجات کو۔ نہ ہم لوگ بحث کو سمجھ سکتے ہیں۔ نہ آپ کو یہاں بحث کرنے کی کوئی ضرورت۔ ہم کو تو صرف برادری سے تعلق رکھنا ہے۔ یہ ہے موہن پور کے قصبہ کی اصلی اور واقعی حقیقت۔ لیکن اب یہ شہرت ہو رہی ہے کہ موہن پور میں آریوں اور مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہے۔ جس میں آریوں اور مسلمانوں کی بحث ہو گی اس لئے کہ سینکڑوں مسلمان آریہ ہونے والے ہیں۔ حالانکہ نہ تو موہن پور میں کوئی مسلمان گھرانا آریہ ہونے والا ہے۔ نہ وہاں مسلمانوں کا کوئی مجمع ہوگا۔ نہ اس کی کوئی ضرورت نہ آریہ صاحبان نے مسلمانوں سے بحث کرنے کی کوئی درخواست کی ہے۔ یہ خبریں صرف اس غرض سے مشہور ہو رہی ہیں۔ کہ ادھر اُدھر سے لوگ جمع ہو جائیں۔ اور جب مسلمانوں کو وہاں موجود نہ پائیں۔ تو سمجھیں کہ مسلمان بحث سے کنارہ کر گئے۔ اور ہر مخالف اسلام کو طرح طرح کی باتوں کا موقع ملے۔

پس مخلوق کو اس غلطی سے بچنے کے لئے اطلاع دیجاتی ہے۔ کہ موہن پور میں کوئی جلسہ بحث کا نہیں ہے اور نہ آریہ صاحبان نے مسلمانوں سے بحث کی درخواست کی ہے۔ نہ موہن پور میں کوئی مسلمان گھرانا آریہ ہونے والا ہے۔ نہ وہاں مسلمانوں کا جلسہ ہے۔ صرف جیلال سنگھ اور اُن کے گھرانے کو آریہ بنانے کے لئے فقط آریہ صاحبان جمع ہوں گے مگر یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ جیلال سنگھ کو مسلمان تو کجا نو مسلم بھی نہیں کہا جا سکتا۔ غرض موہن پور میں مسلمانوں کا کوئی جلسہ یا مجمع نہیں ہے۔ ہاں اگر آریہ صاحبان مسلمانوں سے بحث کی درخواست کرینگے۔ تو مسلمانوں کو کوئی تامل نہ ہوگا۔ شرائط مناظرہ طے ہونے کے بعد بحث کی جائیگی۔ لیکن موہن پور میں مسلمانوں کے جمع ہونے اور آریوں سے بحث کرنے کی خبر غلط ہے۔

**المشتہران خاکسار عبد الغفور لاہوری و سید مختار احمد شاہجہان پوری** - از شاہجہان پور۔ محررہ ۲۱۔ اپریل ۱۹۰۸ء — مطبع حمیدیہ شاہجہان پور

# سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق نوٹ

## ہمارے سالانہ جلسے

جب سے کہ صدر انجمن احمدیہ نے تجویز کیا گیا ہے۔ کہ ضلعے کی انجمنوں کے سالانہ جلسے ہونے چاہئیں۔ عام طور پر سالانہ جلسوں کیلئے تحریکیں ہو رہی ہیں۔ اور مختلف مقامات پر انجمنیں سالانہ جلسہ کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ صدر انجمن نے کچھ شک نہیں سالانہ جلسوں کے نتائج اور اس کے اثرات کا قبل از وقت اندازہ کر لیا ہوگا اور اب جبکہ مختلف مقامات پر جلسوں کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور بعض جگہ جلسے ہو بھی چکے ہیں۔ عملی طور پر ان فوائد کا بخوبی اندازہ ہو سکیگا۔ جو ان جلسوں سے پیدا ہوں گے لیکن میرا خیال ہے۔ کہ سالانہ جلسوں کی تجویز نظر ثانی کے قابل ہے۔ اور اس سوال پر غور کرنا ضروری ہے۔ کہ آیا واعظین کا مقرر زیادہ مفید اور کم خرچ ذریعہ اشاعت ہو سکتا ہے سالانہ جلسوں کی تقریب پر مختلف بھائیوں کا جمع ہونا اور لیکچر دینا۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ بھی سوچنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ جلسوں کے اخراجات صدر انجمن کے فنڈ پر تو موثر نہیں ہو سکیں گے؟

---

## بابا نانک رح کی سوانحعمری

میرے عزیز بھائی شیخ محمد یوسف صاحب نو مسلم نے اپنی زندگی کو اشاعت دین کے لئے لگانے کا ارادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس ارادہ کی سرگرمی اور اخلاص کے ساتھ پورا کرنے کی توفیق دے۔ اور نیکی اور بھلائی کے فرشتے ان کی رہنمائی کریں۔ اس سلسلہ میں بابا نانک رح صاحب کی ایک سوانح عمری لکھی ہے۔ جو بہت جلد وہ چھاپ کر شائع کریں گے۔ اس کا اعلان اسی اخبار میں کسی دوسری جگہ انھوں نے دیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کتاب کے گورمکھی ایڈیشن کے اخراجات خود دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اردو ایڈیشن کی چالیس جلد خریدنے کا حوصلہ افزا وعدہ دیا ہے۔ فی الحقیقت ایک نوجوان نو مسلم کو اشاعت دین ایسے مفید کام میں حوصلہ افزا

---

مدد دینا ہم سب کا کام ہے۔ اور ہر شخص کو اپنی استطاعت اور ہمت کے موافق ضرور مدد کرنی چاہئے۔

---

## تعلیم الاسلام سکول

تعلیم الاسلام سکول قادیان کے نتیجہ انٹرینس سے ہمارے احباب واقف ہو چکے ہیں۔ کہ ایسی حالت میں جبکہ پنجاب کے دوسرے مدارس کے نتائج عام طور پر نہائت خراب رہے ہیں۔ تعلیم الاسلام سکول کے پندرہ میں سات طالب علموں کا پاس ہو جانا بس غنیمت ہے سکول کی تعلیمی اور انتظامی حالت میں جو تبادلہ ہوا ہے اس کی غرض بھی سکول کی تعلیمی اور انتظامی حالت کو زیادہ مفید اور مستحکم بنانا ہے۔ اگرچہ مولوی شیر علی صاحب سابق ہیڈ ماسٹر کو میگزین کی اسسٹنٹ ایڈیٹری کی کرسی پر بٹھایا گیا ہے۔ مگر مدرسہ کی تعلیمی اغراض اور فائدہ کیلئے اُن کے وجود کا تعلق مدرسہ سے پھر بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ اور غالباً اُن کے وقت کا حصہ مدرسہ میں پھر لگایا جائیگا۔ چونکہ ابھی سال کا شروع ہے اس لئے احباب کو چاہیئے۔ کہ اپنے بچے اس مدرسہ میں بھیجیں۔ انجمن کے معتمدین میں سے ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب نے اپنے بچے بھیجکر عمدہ نمونہ قائم کیا ہے۔ ایسا ہی ہمیں دوسرے ٹرسٹیوں کی طرف سے متوقع رہنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے بچوں کو تعلیم الاسلام سکول میں بھیجیں گے۔ ورنہ اخلاقی طور پر شاید ان کا حق نہیں ہوگا۔ کہ وہ دوسروں کو تو کہیں۔ کہ اپنے بچے یہاں بھیجو۔ اور آپ کسی اور سکول کو عملی طور پر پسند کریں۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کو زیادہ مفید اور کارآمد بنانے کے لئے ضرورت اسی امر کی ہے۔ کہ جسقدر احمدی بچے تعلیم کے قابل ہوں۔ وہ یہاں بھیجے جاویں۔ اور اگر ہم اس غرض کو نہیں سمجھتے یا سمجھتے ہوئے پورا نہیں کرتے۔ تو پھر عملی طور پر مدرسہ کی ضرورت سے استغنا ظاہر کرتے ہیں۔ جس کی احمدی قوم سے کبھی توقع نہیں ہو سکتی۔

---

## ببین تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

ایک ہم ہیں کہ اپنے بچوں کو قادیان بھیجتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ کہ ان کی عمر کم ہے یا یہاں کے اخراجات کے کفیل نہیں ہو سکتے۔ یا بچوں کے کھانے کی احتیاط نہیں ہوتی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے بچوں کو گنگا کے کنارے ایک بن میں بھیجتے ہیں جہاں سترہ سال تک انہیں گھر بھی واپس نہیں آنا ہوگا۔ باوجود اسکے کہ وہاں کے اخراجات وسیع اور باوجود اس کے کہ وہاں کی پابندیاں شدید۔ پھر بھی آریہ قوم اپنے بچوں کو گوروکل کے ناظموں کی خدمت میں الحاح سے بھیجتی ہے اور خواہش کرتی ہے کہ ان کو داخل کرو۔ جہاں سے نکل کر کسی قسم کی ملازمت کی کوئی امید نہیں۔ اس لئے کہ گوروکل کا تعلق کسی یونیورسٹی سے نہیں ان کا نصاب تعلیم جداگانہ ہے۔ اور گوروکل کے ناظم ہیں کہ انہیں درخواستیں نامنظور کرنی پڑتی ہیں۔ کیونکہ وہ ایک مقررہ تعداد سے زیادہ نہیں لیتے۔ دوسری طرف ہم ہیں کہ ہر ایک چلاتا ہے۔ لڑکے بھیجو۔ لڑکے بھیجو۔ وعدے بھی ہوتے ہیں اور پھر ذراسی تکلیف یا کسی انتظامی عارضی نقص یا کمزوری پر گھبرا کر ہم اپنے بچوں کو واپس بلانے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں

ببین تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

---

## سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کے ذریعے

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اشاعت کے لئے اس وقت دو ماہوار رسالے اور دو اخبار جاری ہیں۔ ایک انگریزی رسالہ ماہوار ممالک غیر یا انگریزی سمجھنے والی جماعت میں اشاعت کا کام کر رہا ہے۔ لیکن قابل غور یہ امر ہے۔ کہ ان کی اشاعت کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے یا تنگ۔ سالانہ جلسہ کی رپورٹ سننے اور پڑھنے والوں کو معلوم ہوگا۔ کہ میگزین جو صدر انجمن احمدیہ کا اپنا ماہوار رسالہ ہے۔ اور جس کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ اس کی اشاعت سنہ ۱۹۰۷ء کے مقابلہ میں سنہ ۱۹۰۸ء میں گر گئی تھی۔ یہ رسالہ ٹھیک اپنے وقت پر اور نہائت محنت اور صفائی سے تیار ہوتا ہے۔ اور آئے دن اس کے متعلق اپیلیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ اس کی اشاعت میں ایسی خوبیوں کے ہوتے ہوئے کمی واقع ہونا تعجب خیز امر ہے۔ ہفتہ وار اخباروں میں سے بدر کے متعلق میں ذاتی واقفیت کی بنا پر کہہ سکتا ہوں۔ اس کے قیام کے لئے جسقدر بھی کوششیں

کی جاتی ہیں۔ اُن کی بنا پر اس کا دائرہ اشاعت بہت وسیع ہو جانا چاہئے۔ اخبار کی قیمت میں کمی۔ وقت پر پابندی کے ساتھ نکالنے کی سعی۔ اس کی اشاعت بڑھانے کے لئے ایڈیٹر کا دورہ۔ غرض ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن میں اتنا کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس کی اشاعت باایں سعی بمشکل ہزار سے متجاوز ہوئی ہے۔ رہا الحکم جو سلسلہ کا سب سے پُرانا اخبار ہے اس کی اشاعت شائد بعض کے خیال میں کئی ہزار تک ہو جانی چاہئے تھی۔ مگر اس کی اشاعت بھی ایک عرصہ سے ٹھہری ہوئی ہے۔ اور ہزار سے متجاوز نہیں ہوئی بلکہ گری ہے۔ ممکن ہے اس کا موجب اس کی قیمت۔ اس کے ایڈیٹر کی بے پروائی اور غفلت۔ اس کی اشاعت بڑھانے کے لئے لوگوں کو تحریک نہ کرنا اور نہ خود دورہ کے لئے نکلنا بھی ہو۔ مگر میں جب میگزین کے عمدہ انتظام اس کے ایڈیٹر کی قابلیت اس کے کاغذ اور طبع کے اہتمام میں بے حد سعی کو دیکھتا ہوں۔ اور آئے دن ضروری تحریکیں اس کے اشاعت کے دائرہ کی وسعت کے لئے دیکھتا ہوں۔ تو مجھے اپنے اخبار کی اشاعت کی کمی کا گلہ تو کیا ہوگا۔ اس کے اسباب پر فکر مزید کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ احباب ان اسباب پر غور کریں۔ اور اس کے نتائج سے مجھے اطلاع دیں۔ کیونکہ قوم کے لئے یہ سوال دلچسپی کا موجب ہے۔

## کیا میں اپنے کام سے الگ ہوں؟

کسی فرضِ منصبی کی حقیقت اور اس کی ذمہ داریوں اور دُشواریوں کو سب سے زیادہ سمجھنے والا وہ شخص ہو سکتا ہے۔ جو اس کام کو کر رہا ہو۔ لیکن بعض اوقات انسان اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھ سکتا اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی اسے نظر آجاتا ہے یہ حکم سب سے زیادہ شائد ایک اخبار نویس پر عائد ہو سکتا ہے جو دُنیا بھر کے معاملات پر رائے زنی کرتا اور فیصلے دیتا ہے۔ اور اُسے اپنی غفلتوں اور کمزوریوں کا علم بھی نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس معرفت کے بعد یہ سُننے کی خواہش ہے کہ میرا کیا کام تھا یا کیا ہونا چاہئے اور میں کیا کر رہا ہوں؟ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ اس دلچسپ بحث کو الحکم ہی میں شائع کروں۔ وہ لوگ جو اہل الرائے ہیں۔ اور ایک قومی اخبار کی ذمہ داریوں اور ضرورتوں سے واقف ہیں۔ اور ایک قومی پرچہ کے موضوع سے واقف ہیں۔ ان کا اخلاقی اور قومی فرض ہے۔ کہ وہ اس مذاکرہ میں حصہ لیں۔ اور میں اس کے بعد بزدلی اور کم ہمتی سمجھونگا۔ اگر میں اپنی غفلت اور کمزوری کی اصلاح نہ کروں۔ جو پبلک بحث میں آکر کھل جائیگی۔ میں **علیٰ رؤس الاشہاد** اس امر کا اظہار کرتا ہوں۔ اور ناظرین الحکم کو اس پر گواہ کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ ثابت ہو جائیگا۔ کہ الحکم کے چلانے میں میں اپنی کمزوریوں کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ تو میں بڑی آزادی اور جرأت کے ساتھ آئندہ اخبار **الحکم کی ایڈیٹری** کے نازک اور نہائت اہم فرض سے سبکدوش ہو جاؤنگا۔ اور اخبار کی اصلاح کے کام کو قوم کے حوالہ کر دونگا۔ لیکن اگر اس وقت ان لوگوں نے جو اہل قلم ہیں۔ اور اہل الرائے ہیں۔ اس سوال کو حل نہ کیا تو میں احمدی پبلک کے سامنے اور عند اللہ بری الذمہ ہو جاؤنگا۔ اور پھر میں الحکم کو جس طرح پر اللہ تعالیٰ میری دستگیری فرمائیگا چلاؤنگا جب تک اس ذات پاک کا منشاء ہوگا۔ یہ سوال نازک سوال ہے۔ اور اس کی بحث کے پہلو لطیف ہیں کیونکہ اس بحث میں دیکھنا ہوگا۔ کہ الحکم کو تیرہ سال تک ایک ہی شخص کے ترتیب دینے میں قوم کے اہل الرائے اور اہل قلم لوگوں نے کیا علمی ہمدردی۔ اور کیا اہل دول اصحاب نے اس کی کہاں تک مالی اعانت کی۔ احمدی سلسلے کے اخبار الحکم کے اجراء کے وقت کیا حالات تھے۔ قوم میں اخباری مذاق کی کیا حالت تھی اور اب کیا ہے؟ اب اس کے سامنے کس قسم کے مضامین قابل بحث ہو سکتے ہیں؟ اس کا موضوع بحالت موجودہ کیا ہونا چاہیئے؟

بہرحال میں اب اس بحث کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور ہمیشہ کے لئے اس سوال کے حل کا خواستگار رہوں۔

## منارۃ المسیح کی صدا

منارۃ المسیح وہ مقدس عمارت ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان پیشگوئی کی تصدیق کرتا ہے۔ اور جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ منارۃ المسیح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہشوں میں سے ایک زبردست خواہش تھی مگر یہ عمارت بعض وجوہات سے جن میں سب سے بڑی وجہ روپیہ کی کمی تھی نامکمل رہ گئی ہے۔ احمدی قوم کا فرض ہونا چاہئے کہ جہاں وہ سلسلہ کی ضروریات پر ہزاروں روپیہ کی عمارات بنانے کے لئے آمادہ ہے۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کرنے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنے ہاتھ سے رکھی ہوئی بنیاد کی عمارت کی تکمیل کی طرف بھی توجہ کرے۔ یہ سچ ہے کہ اس پر چندوں کا بہت بڑا بوجھ ہے۔ مگر یہ ضرورتیں بھی تو آخر پوری کرنے ہی کے قابل ہیں اللہ تعالیٰ خود برکت دیگا۔ اے خدا۔ تو اپنے لوں میں القاء فرما۔ کہ تیرے فرستادہ کے اغراض کی تکمیل کی توفیق ہمیں ملے آمین۔ منارۃ المسیح کی عمارت کی تکمیل کے متعلق مجھے زیادہ بسط سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ لیکن میں احمدی قوم کو صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عمارات میں یہی عمارت ہے۔ جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ سے رکھی تھی اور جس کی تکمیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تکمیل ہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

## جامع مسجد کی تکمیل

منارۃ المسیح کی تکمیل کے ساتھ جامع مسجد کی تکمیل کے لئے بھی اگر اشارہ کر دیا جاوے۔ تو نیز مناسب ہوگا۔ مسجد کی مغربی جانب ایک ٹکڑا زمین کا خانصاحب مرزا سلطان احمد صاحب افسر مال جالندھر نے بنا بر منشاء ایڈیٹر الحکم کی تحریک پر عرصہ ہوا مسجد کی توسیع کے لئے عطا فرمایا تھا اس کے گرد کچی دیوار کا احاطہ بنا دیا ہوا ہے۔ ایسا ہی مسجد کے جنوبی پہلو میں جو زمین خریدی گئی تھی وہاں ایک کمرہ بنایا گیا ہے اور اس کے ساتھ کے باقی ٹکڑے میں مٹی کا ایک تودہ جمع کر کے صحن مسجد کے برابر کیا ہوا ہے لیکن دراصل یہ مفید صورت نہیں وہ راستہ کتوں اور آدمیوں کی آمد و رفت کا اچھا خاصہ ذریعہ ہے اور اس کی وجہ سے بہت سی زمین جو مفید ہو سکتی تھی۔ بیکار ہو گئی ہے۔ اگر وہاں کچھ عمارات نیچی منزل میں بن جائیں اور بالائی حصہ مسجد کے ساتھ ملحق ہو۔ تو مسجد کی توسیع کے علاوہ عام آدمیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو کر ان خرابیوں کا انسداد ہو جائیگا۔ جو اس وقت بعض اوقات مسجد کی صفائی کے متعلق پیدا ہوتی

مایوس اور درماندہ مریضوں کو مژدہ

## شربت مقوی اعصاب

اس شربت کے استعمال سے وہ قوای قوی ہوجاتے ہیں جن کی کمی سے مرد نامرد اور پورا ہونے سے مرد کہلاتا ہے اور جب کثرت فواحشات اور مسکرات اور جوانی کی بدعنوانیاں آپ کو بے وقت عین شباب کی حالت میں لطف کی جگہ بے لطف کردیں۔ تو اس کو منگوا کر تجربہ کریں ہر میدان میں آپ ہی غالب ہیں گے آپ چاہتے ہیں مکر روزانہ ڈیوٹی و انکار مریکی کثرت سے درماندہ نہ ہوں۔ اور پیری میں جوانی کے لطف اٹھائیں۔ تو اس کو اپنی جیب میں رکھئے۔ یہ نامرد کو مرد۔ مرد کو جوان مرد بنادیتا ہے۔ بزدل کو صاحب حوصلہ اور صاحب حوصلہ کو ممتاز ہونے کی طاقت بخشتا ہے۔ اعضائے رئیسہ۔ دل و دماغ جگر اور معدہ کو درست کرتا ہے ضعف کو دور کرکے طاقتور بنادیتا ہے سستی کو دور کرکے چست بنا لیتا ہے اعصابی طاقت برقی رفتار سے پیدا ہوتی ہے جو لوگ بے وقت قوت صرف کرکے اور زندگی کے واجبی مزوں سے قاصر ہو بیٹھے ہیں۔ وہ اس کے چند استعمال سے اپنی گم شدہ قوت کو واپس لا سکتے ہیں۔ جب مشاغل ہو کر مادہ زندگی تباہ ہوگیا ہو۔ اور تھوڑے فکر و رنج سے حاجت اور ارہو۔ دماغ میں خیالات بیہودہ کا ہجوم رہتا ہو۔ تو اس کے پینے سے دور ہوجاتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ طبیعت شگفتہ ہو اور امراض نہفتہ سے بچے رہیں نیز وہ لوگ جن کو اپنے اعمال نے ٹھنڈا کردیا ہو۔ یا بڑھاپا سدراہ مقصود ہو تو وہ اس کی چند خوراک کا تجربہ کریں شہادت میں وہ لوگ موجود ہیں۔ جو کامیاب ہوچکے ہیں۔ اس کے استعمال سے حمل نرینہ قرار پاتا ہے۔ فی تولہ چار روپے

**طلائے نادر**۔ اس کے خارجی استعمال سے مردہ عضلات زندہ ہوکر ان میں طاقت جوانی پیدا ہوتی ہے۔ فی تولہ چار روپے۔

**حب خوش کن** قابل دید ہے۔ شنیدہ بود مانند دیدہ۔

**سوزاک نمبر و قرص**۔ ۲۴ گھنٹے میں تکالیف دہ علامات دور۔ درد و ورم سوزش کافور جسم میں طاقت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ ست طبیعہ

دوا۔ قیمت درجہ اول صہ درجہ دوم ے

**حب دافع آتشک**۔ ان کے استعمال سے بلا منہ آئے و قے و دست مرض دور ہوکر عمر بھر کا خطرہ مٹ جاتا ہے قیمت چار روپے

**حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور**

---



## محب اطفال

دوسرا نام ہے جس کا

## اسکاٹس املشن

کو لاکھوں شفیق والدین نے اس خدمت کے صلہ میں دیا ہے۔ جو اس نے ان کے بچوں کی تندرستی بحال اور جسم قوی کیا ہے۔ وہ ایسا خوش ذائقہ ہے۔ کہ بچے اسے مزے سے پیتے ہیں وہ بیمار بچوں کو تندرست اور تندرست کو توانا بنا دیتا ہے۔ فروخت کے لئے دوا فروشوں کے ہاں موجود ہے ہمیشہ اس نشان ماہی گیر کا املشن ... کے طریقہ ساخت ... نشان ... نہیں چھوڑ

**اسکاٹ اور بون لمیٹڈ مینوفیکچرنگ کیمسٹس لندن**

---

## سامان ورزش کی رعایتی فہرست

کرکٹ بیٹ بہت بڑھیا رشیدار کشمیر کی لکڑی کے نمبر ا ہینڈل کاک کین اور دور ربڑ کے نہایت پائیدار قیمت ۳ ے کرکٹ بیٹ بہت بڑھیا رشیدار کشمیر کی لکڑی کے ہینڈل کین دور ربڑ میچ کیلئے نہایت عمدہ قیمت ۲ عہ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ سوم ہینڈل میں ایک ربڑ اور کین قیمت عا ۲ کرکٹ بیٹ لکڑی درجہ چہارم معمولی پریکٹس کیلئے عہ بچوں کا سٹ۔ فی سٹ ے

| | | |
|---|---|---|
| فٹ بال نہایت عمدہ پائیدار اور مضبوط | نمبر ۶ | ے |
| ,, ,, ,, ,, ,, ,, | نمبر ۵ | صہ |
| ,, ,, ,, ,, ,, ,, | نمبر ۴ | للعہ |
| ,, ,, ,, ,, ,, ,, | نمبر ۳ | ے |

کرکٹ بال گٹ سوں نہایت عمدہ و مضبوط چمڑے کے دو ٹانکے کے ۵ پریکٹس بال عہ

پرائس لسٹ مفت

**سرٹیفکیٹ**:- السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مال از قسم کرکٹ بیٹ اور وکٹ و فٹ بال وغیرہ پہنچا۔ ہر طرح سے قابل تعریف پایا۔ میں اسے کم خرچ بالانشین کا مصداق پاتا ہوں ۲۰ اپریل ۹ء نیاز مند حاکم علی ہیڈ ماسٹر مڈل سکول سبھا پور تحصیل کانگڑہ

المشتہر

**مستری نظام الدین جیمز ڈیننگ گرے اینڈ کو شہر سیالکوٹ**

---

## لاکھوں روپے کمانے کا سہل طریق

اگر آپ خوشنودی پبلک کے واسطے لاکھوں روپیہ کمانا چاہتے ہیں تو حکیم نور محمد صاحب پروپرائٹر نوری شفاخانہ موکل ضلع لاہور کی ایجاد کردہ تریاق طاعون کی شیشیاں منگوا کر فروخت کریں۔ جن سے کمیشن و منافعہ سے آپ مالا مال ہوسکتے ہیں۔ اس تریاق بے نظیر و سریع الاثر و مجرب المجرب کی خاصیت یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ بطور حفظ ما تقدم استعمال کرنے سے طاعون و جملہ امراض وبائیہ سے امن رہتا ہے اگر مبتلائے طاعون کے کانوں میں بخار شروع ہوتے ہی اس کے چند قطرات ٹپکائے جائیں۔ اور گھی میں ملا کر بدن پر مالش کی جائے۔ تو سر درد بخار۔ چند منٹ میں دور۔ اور سرسام و گلٹی کا خطرہ کافور اور تمام جسم میں حالت بدستور حاصل ہوگا تمام مریضوں بالخصوص بچوں اور ان کے لئے جن کو بیہوشی یا بندش گلا کے باعث دوا حلق سے اترنا محال ہو جاتا ہے۔ یہ تریاق نعمت غیر مترقبہ ہے۔ تعمیم افادہ عام کیلئے بشرط حلفی اقرار عدم افشائے راز اس کا بنانا بھی سکھا دیا جاتا ہے قیمت فی شیشی عا۔ مگر ان اشخاص سے جو ایجنٹ ہونگے یا کسی نے کی غرض سے بغرض تجربہ منگائیں۔ نصف قیمت لی جائیگی۔

نوٹ۔ جو اخبار یہ اشتہار درج کرنا چاہیں۔ زر اجرت سے مطلع فرمائیں۔

المشتہر

**فتح الدین۔ کارخانہ تریاق طاعون مقام موکل ضلع لاہور**

---

## سچائی کا جھنڈا

اشتہاروں کی گرم بازاری مضمونوں کی تیزو طراری مریضوں کی آہ و زاری آجکل وہ سماں دکھا رہی ہے۔ لیکن ہمارا کام باتوں سے نہیں ہے۔ ہم ہر دوا کا نمونہ مفت دیتے ہیں اول آزمائیے پھر منگواؤ۔ بھلا اس میں بھی کچھ دھوکا ہے۔ قوائے تناسلہ کے متعلق ان دنوں مختلف قسم کی بدکاریوں کی وجہ سے عام طور پر ضعف کی شکایت ہے ہم نے امراض مخصوصہ کے علاج کے لئے لاجواب معجون تیار کی ہے جس کے چندے استعمال سے امراض متعلقہ قوائے تناسلہ انشاء اللہ تعالیٰ فوراً دفع ہوں گے۔ اور ہر قسم کی شکایتوں کے لئے مفید ہے۔ ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ ہم لکھا کریں کہ جواہرات سے تیار ہوتی ہیں۔ اول نمونہ مفت منگائیے۔ پھر شفا ہو تو طلب فرماویں۔ قیمت فی بکس عہ

**طلا طلسمی**۔ پیرانہ سالی کے اثر اور جوانی کی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے یہ امراض لاحق ہوتی ہیں اور مریض کو بعض اوقات خودکشی تک نوبت پہنچا دیتی ہیں۔ ہمارے اس طلاء طلسمی سے فائدہ اٹھائیے۔ اور معجون طلسمی کھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ اس کو مفید پائیں گے۔ قیمت ۶ ماشہ عہ

**سرمہ سلیمانی**۔ آنکھوں کی کل بیماریوں کو رفع کرنے والا اور بصارت کو بڑھانے والا۔ قیمت فی تولہ عہ

**سنون دندان**۔ دانتوں کی کل بیماریوں کو رفع کرکے دانت مثل گوہر آبدار بنانا اسی سنون کا کام ہے۔ قیمت فی بکس عہ

المشتہر

**حکیم محمد حسین خلف حکیم سرفراز حسین مالک کارخانہ احمدیہ طب گڈھ ضلع دہلی**

# چندے اور ان کی تحریکیں

زبندل مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

سلسلہ حقہ عالیہ کے ذرائع امتیاز میں سے اس کے آئے دن کے چندے بھی ہیں۔ جو ہماری قوم کو دینے پڑتے ہیں۔ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وقت میں ضروریات سلسلہ کی پانچ شاخوں کے لئے مستقل طور چندہ کی تحریک اللہ تعالیٰ کے الہام اور ایماسے کی تھی۔ جو فتح اسلام میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد وقتی ضرورتوں پر آپ اشتہار شائع فرمایا کرتے تھے۔ سلسلہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی ضروریات بڑھتی گئیں۔ اور جس طرح ابتداً ایک بچے کے اخراجات بہت ہی محدود اور تھوڑے ہوتے ہیں۔ مگر جوں جوں وہ جوان ہوتا جاتا ہے۔ اس کی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں۔ اسی طرح پر ابتداً سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اخراجات کے لئے صرف مہمان خانہ۔ خط و کتابت اور اشاعت اشتہارات ہی تھی۔ پھر اس کے ساتھ مطبع اور مدرسہ پیدا ہو گیا۔ پھر اشاعت کے سلسلے میں اخبارات اور رسائل کا وجود شامل ہوا مدرسہ کے ساتھ مساکین اور یتامیٰ اور پھر زنانہ مدرسہ اور تعمیرات کا سلسلہ وسیع ہونے لگا۔ اور اخراجات کا حلقہ اور بھی وسیع ہو گیا اس کے ساتھ مہاجرین کی تعداد بڑھی۔ اور مہمان خانے کے اخراجات بڑھے۔ غرض ہر پہلو سے سلسلہ کی وسعت اُس کے اخراجات کی وسعت کا باعث ہوتی رہی۔ اور ہو رہی ہے۔ اور ہو گی۔ اگر سلسلہ بڑھیگا اور ضرور بڑھیگا۔ تو اس کے اخراجات بھی بڑھیں گے۔ اور بڑھنے چاہئیں۔ یہ امر ہمارے لئے موجب افسوس اور فکر نہیں۔ بلکہ باعث خوشی ہے۔ ہماری امیدیں قوی اور ہمارا ایمان قوی ہوتا ہے۔ **قادیان** اس سلسلہ کا مرکز ہے۔ اور یہاں کی ضروریات بہم پہنچانے کا اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ کیونکہ اُس نے حضرت امام مغفور سے یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ یاتون من کل فج عمیق ویاتیک من کل فج عمیق۔ پھر یہ کیا غم اور کیا فکر۔ صرف تحریک کر کے ثواب لیتے ہیں۔ اور دینے والے بھی ثواب لیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس کام کا ارادہ فرمایا ہے یہ ہو کر رہیگا۔ یہاں کے رہنے والوں کی ضروریات انشاء اللہ العزیز من حیث لایحتسب پہونچیں گی۔ بہر حال سلسلہ کی ضروریات کا بڑھنا اس کی ترقی کا ثبوت ہے۔ ایسی حالت میں آئے دن چندے کی تحریکوں سے جماعت کو خوش ہونا چاہئے۔ یہ سچ ہے کہ قحط سالی کا اثر ہے۔ یہ سچ ہے کہ آمدنی کے ذرائع محدود ہیں۔ یہ سچ ہے۔ کہ پہلے سے چندوں کی کثرت ہے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم ہر ایک ایسے چندہ کے لئے تیار نہ ہوں۔ جس کی غرض خدا تعالیٰ کی رضا ہو۔ اور جو **تعاونوا علی البر والتقویٰ** کے موافق ہو۔ تنقبض اور تنگی دل میں پیدا نہیں ہونی چاہئے اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ افراد سلسلہ نہایت خوشی سے شریک ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں میں مکرم محترم مخدوم حضرت **میر ناصر نواب** صاحب نے مسجد۔ ہسپتال زنانہ و مردانہ کے لئے چندہ کی تحریک کی۔ اور اس غرض کے لئے وہ پندرہ ہزار جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے قادیان کے رہنے والے مہاجرین میں سے **ضعفاء** کی اعانت اور ہمدردی کے لئے قدم اٹھایا اور باضابطہ ایک **انجمن ضعفاء** قائم کی۔

اس کے ذریعے سے جو کام ہوا ہے۔ وہ ان غریبوں اور ضعیفوں سے پوچھنا چاہئے۔ جو اس سے فائدہ اُٹھا چکے ہیں۔ ان کی تکالیف میں مکانات کا نہ ہونا حضرت میر صاحب موصوف نے دردِ دل سے محسوس کیا۔ شائد آرام سے برقی پنکھوں کے نیچے بیٹھنے اور برف اور سوڈا واٹر کے پینے والے ان بے گھروں کی تکلیف کا اندازہ نہ کرسکیں۔ مگر وہ شخص جسے مکان نہ ملنے کی وجہ سے تکلیف ہو۔ وہ سمجھ سکتا ہے کہ کیا دُکھ ہوتا ہے۔ اس تکلیف کو محسوس کر کے میر صاحب نے کم از کم سردست دس ایسے گھر بنانے کا ارادہ کیا ہے اور اس تجویز کو حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ نے ایسا پسند فرمایا۔ کہ خود اس میں دس روپیہ دیا ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ دوسرے احباب کو بھی اس نیکی کی تحریک میں شامل کیا جاوے۔ اس مضمون کو لکھنا ضروری سمجھا۔ اور اس کی تکمیل کے لئے میں حضرت خلیفۃ المسیح سلمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر آخر میں درج کرتا ہوں۔

یہ یاد رکھو۔ کہ بیشک قحط سالی کے اثر کے نیچے ہم ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کی رضا اور اپنے غریب بھائیوں کی امداد۔ کم نے بھی ایسے ہی وقت میں ہاتھ بڑھانے کا ثواب قابل رشک ہے جو صاحب ان چندوں میں جو مسجد اور ہسپتال مردانہ اور زنانہ اور ضعیفوں کے گھروں کے لئے تجویز ہوئے ہیں اور جن کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے دو سو ساٹھ روپے کا وعدہ فرمایا ہے اور ستر نقد بھی دیئے ہیں شریک ہونا چاہیں۔ وہ براہ راست حضرت میر ناصر نواب صاحب کے نام قادیان میں روپیہ بھیجدیں اب میں حضرت خلیفۃ المسیح صاحب کی تحریر ذیل میں چھاپ دیتا ہوں۔

## حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد عالی

مکرم معظم حضرت میر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے کاموں اور خواہشوں کو دیکھ کر میری خواہش ہوتی اور دل میں بڑی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ کہ جس طرح آپ کے دل میں جوش ہے۔ کہ شفاخانہ زنانہ مردانہ۔ مسجد اور دار الضعفاء کے لئے چندہ ہو۔ اور آپ ان میں سچے دل سے سعی و کوشش فرما رہے ہیں۔ اور بحمد للہ آپ کے اخلاص۔ صدق و سچائی کا نتیجہ نیک ظاہر ہو رہا ہے۔ اور ان کاموں میں آپ کے ساتھ والے قابل شکر گذاری سے پُرجوش ہیں۔ ہمارے اور تمام کاموں میں سعی کرنے والے ایسے ہی پیدا ہوں۔ وما ذلک علی اللہ العزیز

نور الدین ۳۰ اپریل ۱۹۰۹ء

اشاعت اسلام۔ لنگر۔ تعلیم دینیات۔ مدرسہ ہائی سکول مدرسہ زکوٰۃ کی ترقی۔ یتامیٰ۔ مساکین کی پرورش۔ مقبرہ یہ کام اصل اصول کے طور پر اور ان پر چندوں کی طرف توجہ ایسے ایسے امور میں سے ہے۔ کہ ایک شخص نے دعوت کی اور

ان سات نمبری اصحاب کو بلا کر پُر جوش دعوت دی۔ اور اس دعوت میں غربا اور ضعفا بھی آگئے۔ تو ان کے لئے بھی موقعہ نکل آیا۔ پھر آپ کا چندہ مجلس ضعفاء کا حق ہے۔ آپ کو اجازت ہے۔ کہ اس میری ساری تحریر کو چھپوا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بابرکت کرنے والا ہے۔ والسلام

نور الدین۔ ۳۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء

## مکتوب الامام

بحضور فیض گنجور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح رضی اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سو جگہ ٹہ ضلع مونگیر سے سید منظور عالم صاحب احمدی مندرجہ ذیل استفسار اپنے خط میں لکھتے اور جلد جواب مانگتے ہیں۔ وہو ہذا۔ مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں آپ کا کیا عقیدہ ہے کیا وہ خلفاء راشدین سے افضل ہیں؟ اگر افضل ہیں۔ تو کس بات میں۔ اور امیر المومنین اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں؟

حضور کی دعاؤں کا محتاج

اکبر شاہ خان نجیب آبادی۔ ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۹ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حقیقی فضیلت کا علم جس پر قرب الٰہی اور رضائے حضرت حق کا مدار ہے۔ بدوں صاف کلام الٰہی کے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسولوں کی فضیلت کے لحاظ سے تفریق ضرور ہے۔ مگر ہمیں جو ارشاد ہے۔ اس میں لا نفرق بین احد من رسلہ کا حکم ہے۔ ہم اپنے سید الاولین و الآخرین سید ولد آدم کو افضل الرسل کہتے ہیں۔ مگر ایک صحابی نے ایک یہودی کو اس لئے پیٹا تھا کہ یہودی نے کہا تھا۔ والذی فضل موسیٰ علی البشر۔ وہ مقدمہ حضور کے دربار میں آیا۔ تو صحابی کو ملامت فرمائی۔ نیز اس فضیلت کے بیوجہ اور بیجا مباحثات نے اسلام کو وہ صدمہ پہنچایا کہ شیعہ۔ خوارج۔ سنی تین بڑے بڑے گروہ نظر آتے ہیں۔ اس تفرقہ کی بناء سے ہم سبکدوش نہیں ہوئے۔ آپ ایک اور بلا ہمارے سر پر لانا چاہتے ہیں۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ مرزا صاحب مسیح۔ مہدی۔ امام۔ مجدد تھے۔ اور سچے تھے۔ ان کی فضیلت کا قصہ مجھے معلوم نہیں۔ اور نہ میں نے اس پر بحمد اللہ غور کیا ہے۔ اور نہ مجھے کبھی ضرورت پڑی۔ اللہ تعالیٰ نسبتوں کو جانے۔ مجھے کوئی الہام اس بارے میں نہیں ہوا۔ والسلام

نور الدین۔ ۲۳۔ اپریل ۱۹۰۹ء

## کلام الامام امام الکلام

(منقول از بیاض اکبر نجیب آبادی)

چوتھی صدی کے مشاہیر میں سے ایک امام داؤد ظاہری ہیں۔ وہ ایک لڑکے پر عاشق تھے۔ اور ان کے اکثر اشعار اس پر دال ہیں۔ ایک طرف تو یہ حالت۔ اور دوسری طرف ان کے زہد اور علمیت اور تصوف وغیرہ کمالات۔ میں اکثر حیران رہتا تھا۔ کہ یہ بات کیا ہے؟ اتنا بڑا عظیم الشان انسان اور اس فعل شنیع میں مبتلا۔ چنانچہ میں نے اسی ٹوہ اور تلاش میں سینکڑوں کتابیں ایسی پڑھ ڈالیں۔ جن میں امام داؤد ظاہری کا تذکرہ ہو۔ انجام کار خدا کے فضل سے ایک نہایت مستند کتاب میں ان کی نسبت مجھکو یہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ اور میری حیرت مبدل بمسرت ہو گئی۔ کہ کسی نے اس لڑکے کو ان کے سامنے لا کر عرض کیا۔ کہ حضرت جس کے عشق اور جدائی میں آپ بیتاب ہیں۔ اور اشعار لکھا کرتے ہیں۔ یہ دیکھئے۔ وہ موجود ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صرف پہلی نگاہ جو شرعاً جائز بھی تھی۔ اس کی باداش میں تو مجھکو اس قدر سزا بھگتنی پڑی۔ اب دوسری نگاہ اس پر بھلا کیسے ڈال سکتا ہوں؟ [illegible]

(۱۲ ستمبر ۱۹۰۸ء کو صحیح بخاری کا سبق پڑھاتے ہوئے فرمایا) لا عفو فی الکبائر کوئی حدیث نہیں ہے۔ کسی حدیث کی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ محض غلطی سے لوگ اس کو حدیث سمجھتے ہیں۔

لا تتحرک ذرۃ الا باذن اللہ یہ بھی نہ کوئی آیت ہے۔ نہ حدیث ہے۔ اکثر لوگ غلطی سے آیت یا حدیث سمجھ کر اس کو پیش کیا کرتے ہیں۔

نیل الاوطار۔ محلی ابن حزم۔ فتوحات مکیہ ان کتابوں کے دیکھنے سے محدثین کے مذہب کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کی کتابیں ہیں۔ جو محدثین کے مذہب کو ظاہر کرتی ہیں۔ کتاب نیل الاوطار میں محدثین کے اور کتاب مدونہ میں مالکیوں کے مذہب کا جامع و مانع فقہ ہے۔

چشتیہ کے یہاں کوئی قابل تذکرہ کتاب تصوف کی نہیں۔ یہ دوسروں ہی کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ البتہ قادریوں کے یہاں کتابیں ہیں۔

ابوہریرہ رض کی احادیث کو اکثر حنفیوں نے رد کیا ہے۔ ابوہریرہ رض کی ایسی احادیث کو جو ان کے مطلب کے خلاف ہوں حنفی لوگ نہیں مانتے۔ اور رد کر دیتے ہیں۔ (۱۲ ستمبر ۱۹۰۸ء درس بخاری شریف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## میرا سفر

(محمود کی کہانی۔ محمود کی زبانی)

خدا تعالیٰ نے انسان پر حجت قائم کرنے کے لئے ذرہ ذرہ میں ایک خاص شان رکھی ہے۔ ایک ایک نکتہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت کرتا ہے۔ اور ایک ایک خوشہ اس کی طرف بلاتا ہے۔ سورج۔ روشن ہے اور اس کی روشنی سے ایک نہیں دو نہیں لاکھوں فائدے دنیا کو پہنچ رہے ہیں۔ اور پھر ان فائدوں سے ایک دو آدمی ہی متمتع نہیں ہوتے۔ بلکہ بیشمار مخلوقات فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اگر انسان ایک بڑے مکان میں بیٹھا ہوا اس کے فوائد سے حصہ پاتا ہے۔ تو جانور اپنے گھونسلے میں اس سے کچھ کم نہیں پاتا۔ اور چمگیدڑ جو سورج کے آگے اپنی آنکھیں نہیں کر سکتی اور روشنی کو دیکھ

نہیں سکتی۔ وہ گو کہ ظاہر میں اس سے دُور ہے۔ لیکن چشم بصیرت رکھنے والے انسان جانتے ہیں۔ کہ اس اندھیرے میں بھی سورج کی روشنی اور تپش اسے فائدہ پہونچا رہی ہے۔ اور اس کی زندگی پر ایک بہت بڑا اثر کر رہی ہے۔ غرض یہ تو ایک بہت موٹی مثال ہے۔ جس سے ہر ایک انسان نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ ذرہ ذرہ میں خاص حکمتیں مخفی ہیں۔ جو کہ انسان کو خدا کی طرف رہنمائی کر رہی ہیں اس لئے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ "قل سیروا فی الارض"۔ کیونکہ انسان جس قدر باہر بکار اور مختلف ممالک کی سیر کرے گا۔ اور مختلف اشیاء پر غور کرے گا۔ اسی قدر اُسے معرفت اور نیکی کی توفیق ملیگی ہاں شرط یہ ہے کہ کوئی انسان اس سے فائدہ اٹھائے ورنہ بیمار آنکھیں سورج کی برداشت کر ہی نہیں سکتیں۔ اور کمزور معدہ شیرینی سے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھاتا ہے۔ پس اگر انسان کی طبیعت خود بدی کی طرف جائے۔ تو وہ چیزیں جو اسے خدا کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اُسے شیطان کے پنجہ میں پھنسا دیتی ہیں۔ اس لئے حکم ہے۔ کہ ہر ایک کام کو سوچ کر اور غور کر کے کرنا چاہئے۔ تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان ثواب حاصل کرتے ہوئے الٹا عذاب میں مبتلا ہو جاوے۔

پس کھانے سے اپنے پینے سے۔ اپنے چلنے پھرنے سے غرض ہر ایک بات سے نصیحت حاصل کرو۔ تاکہ نفس کے خفیہ حملوں سے محفوظ رہو۔ اور یہ بات صرف کہنے کی ہی نہیں بلکہ اس میں خود میرا ذاتی تجربہ ہے۔ اور میں نے اس سے فائدہ اُٹھایا ہے اور خدا کے فضل سے ہر روز فائدہ اُٹھاتا ہوں۔ ابھی پچھلے دنوں میں مجھے ایک سفر کرنا پڑا ہے۔ جس سے مجھے اس قدر فائدہ پہنچا ہے کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتا۔ بعض ایسی چیزیں میرے سامنے آئیں۔ کہ ان میں میں نے خود خدا کو دیکھا۔ بعض ایسے وجود میں نے دیکھے ہیں۔ کہ وہ خود خدا کا ثبوت تھے۔ اور خدا کی ہستی کو ثابت کر رہے تھے۔ غرض کہ بے شمار فوائد تھے کہ اگر ایک ایک کو لکھنے بیٹھوں۔ تو شاید دفتروں کے دفتر لکھنے پڑیں۔ لیکن باوجود اس کے کچھ چاہتا ہوں۔ کہ میں اپنے دفتر کا ایک مختصر حال لکھوں۔ شاید کوئی سعید روح اس سے فائدہ اُٹھائے اور میں بھی ثواب کا مستحق ٹھہروں۔ اتفاق کی بات ہے کہ بعض دنوں میں تو کئی کئی مہینہ تک باہر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے اور بعض دنوں میں خدا کی قدرت ایسے سامان مہیا کرتی ہے۔ کہ مجبوراً مختلف جگہوں میں یکے بعد دیگرے پھرنا پڑتا ہے۔ لاہور میں بارہ وفات کا جلسہ تھا۔ مکرمی خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے اس موقعہ پر آنے کے لئے فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی اجازت طلب کی۔ اور آپ کی اجازت پر میرا ارادہ ہوا۔ کہ دو یا تین اپریل کو یہاں سے روانہ لاہور ہو نگا۔ اتنے میں والدہ ماجدہ کا ارادہ دہلی جانے کا ہوا۔ اور دہلی سے میر قاسم علی صاحب نے خط لکھا۔ کہ میں بھی وہاں جاؤں۔ اور یہ بات اس کی محرک ہوئی کہ میں دو یا تین کو یہاں سے چلنے کے بجائے غالباً یہاں سے اٹھائیس تاریخ کو یہاں سے روانہ ہوا چونکہ والدہ صاحبہ حضرت ام المومنین نے کپور تھلہ میں ٹھیرنا تھا۔ اسی لئے میں بھی سیدھا کپورتھلہ ساتھ گیا۔ اور وہاں سے پھر لاہور آنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اسی دن شام کو چار بجے کے قریب ہم کپورتھلہ پہنچے۔ یہ وہ جگہ ہے۔ کہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعود کا بھی کچھ مدت قیام رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ خاص خاص جگہوں میں خاص خاص خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ کپورتھلہ کی مٹی میں خدا تعالیٰ نے وہ اثر رکھا ہے۔ کہ یہاں جسقدر لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ کسی دلیل کسی معجزہ کسی نشان کی وجہ سے نہیں ہوئے۔ اور نہ انہیں کسی کشف و کرامت کی ضرورت ہے۔ کہ اُن کے ایمان کو قائم رکھے بڑے سے بڑے ابتلاء ہو۔ اور کیسا ہی سخت امتحان ہو۔ ان لوگوں پر خدا کا کچھ ایسا فضل ہے۔ کہ ان کا پائے ثبات ذرہ بھی لغزش نہیں کھاتا۔ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی معجزانہ زندگی کو دیکھکر آپ کی بیعت ہی نہیں کی۔ بلکہ عشق پیدا کیا ہے۔ اور یہاں تک ترقی کی ہے کہ لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید کا معاملہ ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے خدا کے مرسل کی زندگی کو دیکھ لیا ہے۔ کہ وہ کیسی پاک اور صاف تھی۔ اور مشاہدہ کر لیا ہے کہ وہ گناہوں سے کیسا پاک تھا۔ پس اب جو کچھ ہو کوئی بات ان کے ایمان کے برخلاف نہیں ہوتی۔ اُن کے ہاتھ میں وہ دلیل آ گئی ہے۔ کہ اُسے کوئی توڑ ہی نہیں سکتا۔ اور وہ یہ کہ کیا ایسا راستباز آدمی خدا پر جھوٹ بول سکتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کا توڑنا ہر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ قرآن شریف نے بھی "لبثت فیکم عمراً" کے ایک چھوٹے سے جملہ سے آنحضرتؐ کی سچائی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ سو یہی محبت اور اخلاص کا رنگ اس جماعت نے بھی اپنے دل پر کھینچا ہے۔ چنانچہ اس جماعت کے ایک بزرگ کی نسبت حضرت صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ مجھے تو خطرہ نہیں کہ انہیں کبھی میری طرف سے کوئی ابتلا آئے گا۔ ہاں یہ ڈر ہے کہ محبت کے جوش میں حد سے نہ بڑھ جاویں۔ چنانچہ ان کا یہی اخلاص اور محبت تھی حضرت صاحب کو وہاں کھینچکر لیگیا۔ اور یہی ہمیں بھی وہاں لے گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے۔ کہ جس شخص سے ہمیں محبت ہے۔ اُس کے متعلقین سے بھی قدرتاً محبت ہوتی ہے۔ اس لئے سچی دوستی کی نشانی یہی سمجھی گئی ہے۔ کہ ایک دوست دوسرے دوست کے مال و جان اور عزیز و اقارب کا اسی طرح محافظ ہو۔ اور چاہنے والا ہو۔ جیسے کہ وہ اپنے مال و جان کی حفاظت کرتا اور اپنے عزیز و اقارب کو چاہتا ہے۔ پس وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر یہ اقرار کیا ہو۔ کہ ہم تجھ سے تمام دُنیا کے رشتوں اور تعلقوں سے بڑھکر سلوک کریں گے۔ اس کی ہر ایک چیز کیوں پیاری نہ ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کو ہم ایک خاص محبت اور اخلاص ہے۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ محض اخلاص ہی اخلاص ہے۔ اور نفسانی خواہشیں ان میں بالکل نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت صاحب نے ان کو ایک موقعہ پر لکھا۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگ قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ کیونکہ دُنیا میں بھی آپ نے میرا ساتھ دیا ہے۔ اس جگہ میں نے کامل ایمان کے کئی نمونے دیکھے اور سُنے۔ لیکن ایک بات نے تو مجھ پر وہ اثر کیا۔ کہ میری روح کو قرون اولیٰ یاد آ گیا۔ اور اگرچہ اس کا لکھنا شائد عام لوگوں کے لئے مفید ثابت نہ ہو۔ لیکن بعض بامذاق لوگوں کے لئے جن کو خاص ذوق کی بات تمام دلائل سے زیادہ فائدہ مند ہوئی ہے شائد مفید ثابت ہو۔ منشی محمد اروڑا صاحب جو حضرت صاحب کے نہایت پُرانے مریدین سے ہیں۔ اور حضرت اقدسؑ سے خاص محبت جو شائد دوسری جگہ بہت کم لوگ رکھتے ہیں۔ اُنہوں نے سُنایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدسؑ نے مجھے

پوچھا کہ سب لوگ دعا کے لئے کہتے ہیں۔ اور آپ بالکل نہیں کہتے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ میں آپ خدا تعالیٰ سے مانگ لیتا ہوں۔ اور اس وقت آپ پر اس کے احسانات اور کرم مریح اُن کو زیر نظر رکھ لیتا ہوں۔ اور وہ کام خود بخود ہو جاتا ہے مجھے اس سے ایک تو اُن کے ایمان پر خیال گیا۔ کہ کیا ایمان ہے اور خدا تعالیٰ کے رحموں پر کس قدر بھروسہ ہے۔ اور دوسرے حضرت اقدسؑ کی سچائی پر کیا ایمان ہے۔ اور دوسری طرف میرا خیال حضرت ابراہیمؑ کی طرف گیا چونکہ وہ ایک عظیم الشان نبی تھے۔ اس لئے انہوں نے بھی ایمان کا اس قسم کا ایک نمونہ دکھایا ہے۔ جو کہ ان کی طہارت نفس کی وجہ سے بہت ارفع ہے کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا کہ کچھ خواہش ہو تو فرمائیے۔ آپ نے نہایت بے توجہی سے جواب دیا کہ کچھ نہیں۔ میری تم سے کچھ غرض نہیں۔ انہوں نے دوبارہ کہا۔ کہ خدا تعالیٰ سے کچھ پیغام ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی واسطہ پسند نہیں۔ انہوں نے سہ بارہ کہا۔ کہ اچھا تو دعا کیجئے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ وہ آپ نہیں دیکھتا جو میں اسے سُناؤں۔ کہ میرا کیا حال ہے۔ سبحان اللہ کیا ایمان ہے۔ اور کیا غنا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ قرآن شریف جہاں حضرت ابراہیمؑ کا کچھ ذکر آئے۔ وہیں قرآن شریف کی عبارت بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ محب اپنے محبوب کا ذکر کر رہا ہے۔ خیر بات لمبی ہوتی ہے۔ اس میں اور زیادہ واقعات نہیں لکھتا۔ کیونکہ اور بہت کچھ سُنانا ہے۔ یہاں کی بعض قابل دید عمارات بھی دیکھیں۔ اور ایک چھوٹی سی ندی جو نظارۂ قدرت کو عجب طرح خوبصورت کرکے دکھاتی ہے۔ وہ بھی دیکھی۔ یہاں کے راجہ صاحب کو سیر و سیاحت کا بہت شوق ہے۔ اور وہ جس ملک میں جاتے ہیں۔ وہاں کی کچھ چیزیں لاکر اپنے ہاں رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس سے ایک ناصح کا کام لیویں۔ تو میرے خیال میں کئی واعظ وہ کام نہیں کرسکتے جو وہ بے جان چیزیں کرسکتی ہیں۔ یہاں بعض غیر احمدی صاحبان بھی ملاقات کو آئے۔ جن میں سے ایک صاحب اہل ہنود میں سے تھے۔ جو وہاں مختاری کا کام کرتے ہیں۔ اور انہوں نے لیکچر کے لئے کہا۔ لیکن چونکہ میں نے دوسرے ہی دن لاہور جانا تھا۔ اس لئے زیادہ ٹھہرنا مشکل تھا۔ دوسرے دن لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اور والدہ صاحبہ دہلی کی طرف۔ دو تاریخ کو میں لاہور پہنچا۔ اور برادرم مکرم ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر ٹھہرا۔ تیسرے دن یعنی چار تاریخ کو لیکچر شروع ہوئے۔ لاہور کے بہت سے معززین جلسہ میں آئے تھے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ خدا تعالیٰ اندر ہی اندر لوگوں کے دلوں کو اس طرف پھیر رہا ہے۔ ورنہ ایک دن وہ تھا۔ کہ خود حضرت اقدسؑ کی تحریر سے لوگ بھاگتے تھے اور آج آپ کے خدام کی باتوں کو غور سے سنتے ہیں۔ یہی وہ لاہور ہے۔ کہ جہاں آپ کی وفات کے وقت دشمنوں نے وہ شور مچایا۔ کہ الامان! نعوذ باللہ آپ کا جھوٹا جنازہ نکالا گیا۔ اور اس کی ہتک کی گئی۔ لیکن شہر کے رؤسا کی طرف میں سے ایک کا دل بھی اس طرف متوجہ نہ ہوا۔ کہ یہ بات شرافت سے کہاں تک بعید ہے۔ بلکہ بعض مولوی اور رئیس تو خود ست[illegible] دیتے تھے۔ کہ بدمعاش آدمی وہاں جاکر ایسی حرکتیں کریں۔ جو کچھ حضرت اقدسؑ کی تعلیم تھی۔ وہ بدلی نہیں اور اُس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ وہ خدا و رسول کے حکم کے مطابق فرمایا اور اس لئے آپؑ کی تعلیم کا ایک ایک شوشہ اٹل ہے۔ ہم وہی ہیں۔ جو پہلے تھے۔ لیکن خدا کا زبردست ہاتھ دُنیا کو اپنے سلسلہ کی طرف کھینچ رہا ہے۔ وہی لوگ ہیں۔ وہی تعلیم ہے۔ وہی خیالات ہیں۔ وہی عمل ہیں۔ ہاں اگر فرق ہے۔ تو یہ کہ وہ محسود وجود نہیں رہا۔ اے اندھی دُنیا! تو خدا کے برگزیدوں کا مقابلہ کرکے اور ان سے حسد کرکے کیوں ہلاکت کے گڑھے میں پڑتی ہے۔ تجھ پر افسوس اور سخت ہی افسوس! خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا۔ شہر کے بہت سے رؤسا اس موقعہ پر آئے تھے۔ اور ان میں سے بعض اس سلسلہ کے سخت معاندین میں سے تھے۔ لیکن عام طور پر سب پر اثر نیک ہوا اور سب نے معلوم کرلیا کہ اگر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرنے والا کوئی گروہ ہے۔ تو وہ یہی فرقہ ہے۔ اس دن کی کارروائی نہایت عمدگی سے ختم ہوئی۔

دوسرے دن بھی اچھی رونق تھی۔ میرا لیکچر بارہ وفات پر تھا جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ تشحیذ الاذہان میں چھپ کر شائع ہو جاوے گا۔ اس جگہ پر اس کے لکھنے کی ضرورت نہیں اس دن بھی لوگوں پر بہت نیک اثر ہوا۔ اور اُن کے دلوں سے وہ وحشت جو ہم سے رکھتے تھے۔ کچھ دور ہوئی۔ جلسہ کے ختم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد میں دہلی کو روانہ ہوا اور صبح آٹھ بجے کے قریب وہاں پہنچ گیا۔ یہی وہ شہر ہے کہ جس نے حضرت اقدسؑ کی مخالفت نے اوّل اوّل ہی اوّل خطرناک صورت اختیار کی۔ اور جہاں کے مشہور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ نے مسلمانوں میں مخالفت کا ایک عام جوش بھڑکا دیا۔ مگر باوجود اس کے حضرت اقدسؑ کو اس شہر سے ایک خاص انس رہا ہے۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں امید کرتا ہوں۔ کہ دہلی کے وفات یافتہ بزرگوں کی روحیں ایک دن ضرور جوش میں آئیں گی۔ اور ان کی تڑپ سے یہ لوگ ہدایت پائیں گے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ وہ شہر جہاں اس قدر اولیاء اور بزرگ دفن ہیں۔ کہ جن کی تعداد زندوں سے بڑھ گئی ہے۔ کیا اس کے باشندوں کو خدا ہدایت کے بغیر چھوڑ دیگا۔ غرض ایسے شہر میں آنا میرے لئے ایک عجیب بات تھی۔ اور کئی کیفیتیں پیدا کر رہی تھی۔ میں اُس شہر میں جاتا ہوں جس کے لوگوں نے سب شہروں سے زیادہ حضرت اقدسؑ کا مقابلہ کیا۔ جس میں سوائے ایک دو آدمیوں کے کسی نے آپ کی سچائی کو قبول نہ کیا۔ جس کے باشندوں نے آپ کے قتل کرنے کی ٹھانی۔ جنہوں نے آپ کو کافر قرار دینے میں سب سے پیش قدمی کی۔ اور پھر باوجود اس کے جس شہر سے حضرت مسیح موعود کو محبت تھی۔ جس کی نسبت میں آپ کا فیصلہ ایک مدت پہلے سے آپ کی زبان سے سن چکا تھا۔ میرے سامنے ایک طرف تو قبروں کا وہ سلسلہ تھا۔ کہ جس میں بڑے بڑے اولیاء مدفون تھے۔ اور بڑے بڑے اقطاب غوث امن کی نیند سو رہے تھے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ نظر آتے تھے۔ کہ جن کو خدا اور رسول سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ اور جو ہر وقت دُنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے دُکھ اور تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں۔ ایک طرف تو مجھے وہ لوگ نظر آتے تھے۔ جو قبروں میں ہوشیار اور مرنے کے بعد زندہ

ہیں۔ اور ایک طرف وہ لوگ جو باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے بیہوش اور باوجود زندہ ہونے کے مردہ تھے۔ ایک طرف تو وہ گروہ تھا۔ جنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے آپ کو مارا۔ مگر اوروں دنیا کو زندہ کر دیا۔ مگر دوسری طرف وہ جماعت تھی۔ کہ جنہوں نے باوجود مردہ ہونے کے اپنے آپ کو زندہ سمجھا اور اپنے فائدہ کی خاطر اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا۔ غرض کہ دہلی کا ایک ایک آدمی اور ایک ایک مکان اور ایک ایک گلی اور ایک ایک مقبرہ اور ایک ایک خانقاہ اور ایک ایک مسجد الگ شانِ خدا نمائی رکھتی تھی۔ جو میرے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی غرض بہت سی مختلف کیفیتیں میرے دل میں پیدا ہوئیں میرے وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ میر قاسم علی صاحب نے جو ایک پُرجوش اور مخلص احمدی ہیں۔ دہلی میں میرا کوئی لیکچر کروانے کی بھی تجویز کی ہوئی ہے۔ چونکہ میں نے وہاں صرف ایک دو دن ہی ٹھہرنا تھا۔ اس لئے ہفتہ کی رات کو لیکچر قرار دیا۔ اور مضمون "اسلام اور آریہ مذہب" قرار پایا۔ جمعرات کو ہم سب لوگ نظام الدین اولیاء۔ ہمایوں بادشاہ منصور اور خواجہ قطب الدین صاحب کے مقابر دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے سب سے پہلے تو وہ قلعہ دیکھا۔ جہاں لودہی خاندان کے بادشاہ رہا کرتے تھے۔ اور جہاں ہمایوں بادشاہ نے بھی اپنی جائے رہائش بنائی تھی۔ یہ قلعہ بجائے خود ایک عبرت کا مقام ہے بلکہ نہائت ہی عبرت کا مقام ہے۔ کیونکہ یا تو کسی وقت اس کی وہ شان و شوکت تھی۔ کہ ہندوستان کے عظیم الشان بادشاہ اس میں رہتے تھے۔ اور یہ ان کا عشرتکدہ تھا لیکن آج یہ حالت ہے کہ وہ فصیل جو سخت خطرناک اور بڑا تو دشمنوں کی روک تھام کے لئے بنائی گئی تھی۔ اب نہائت شکستہ حالت میں ہے۔ پتھر گرے ہوئے ہیں کہیں سے تو بہت ہی گری ہوئی ہے۔ اور کہیں ذرا اچھی حالت میں ہے۔ لیکن پھر بھی اتنا ضرور ہے کہ دیوار کی چوڑائی نصف سے بھی کم رہ گئی ہے۔ کیونکہ بہت کثرت کے ساتھ پتھر گر گئے ہیں۔ خیر یہ تو باہر کی حالت ہوئی۔ اندر کا نظارہ اس سے بھی زیادہ عبرت ناک ہے۔ یعنے وہ قلعہ جہاں وہ لوگ رہتے تھے۔ کہ جن کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کے سر جھکتے تھے۔ اس میں اب گوجر لوگ رہتے ہیں۔ کوئی زمانہ ایسا ہوگا کہ اس قلعہ کی صفائی کا ایسا خیال رکھا جاتا ہوگا۔ کہ ایک تنکا تک نظر نہ آتا ہوگا۔ مگر آج تو یہ حالت ہے۔ کہ جا بجا گوبر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ اور جگہ جگہ پر مویشی بندھے ہوئے ہیں۔ سوائے چند تاریخی عمارات کے سب عمارتیں مسمار ہیں۔ اور ان کے ملبے سے اُن گوجروں نے اپنے رہائشی مکان بنائے ہیں۔ سبحان اللہ۔ وہی ملبہ جس کے اُٹھانے کے لئے انہی لوگوں کے باپ دادا ہزار کوششیں کرتے ہوں گے۔ اور شاہی مزدوروں میں داخل ہونا چاہتے ہوں گے۔ آج یہ لوگ اُس کے مالک بن رہے ہیں۔ اور وہ جگہ جس میں داخل ہونے کے لئے بڑے بڑے راجے مہاراجوں کو مہینوں وزیروں امیروں کی منت سماجت کرنی پڑتی ہو گی۔ آج اس جگہ پر گویا ان گوجروں کا قبضہ ہے اس قلعہ میں ایک عالیشان مسجد بھی ہے۔ جس کے صحن میں ایک حوض بنا ہوا ہے۔ مگر بالکل خشک رہتا ہے۔ مسجد تمام اعلیٰ قسم کے سنگ سُرخ کی ہے۔ اور جگہ جگہ اعلیٰ قسم کے نقوش ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس قلعہ میں وہ بُرج بھی موجود ہے۔ کہ جس پر سے ہمایوں بادشاہ گرا تھا یہ ایک چھوٹا سا گول سا بُرج ہے۔ جو ستاروں کی گردش دیکھنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ یہ بھی سنگ سرخ کا ہے۔ پتھر ہی کا زینہ ہے۔ اور جس زینہ پر سے ہمایوں کا پاؤں پھسلا تھا۔ وہاں سے سیڑھی کاٹ کر نشان بنایا ہوا ہے۔ جو کہ ایسا خطرناک ہے۔ کہ مجھے خوف ہے۔ کہ کسی وقت کسی ناواقف سیاح کے ساتھ وہاں ہمایوں سا ہی واقعہ پیش نہ آئے۔ خیر ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے اور خدا کی قدرت پر تعجب کرتے ہوئے ہم آگے روانہ ہوئے۔ تھوڑے ہی فاصلہ پر ہمایوں بادشاہ کا مقبرہ تھا۔ جو نہائت خوبصورت بنا ہوا ہے۔ اور پُرانے بادشاہوں کی شان و شوکت پر دلیل ہے۔ اس کو دیکھا اور آگے چلے۔ اب جس چیز کے دیکھنے کا ارادہ تھا۔ یہ کوئی دنیاوی بادشاہ کا مقبرہ نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی شاہی عمارت تھی۔ نہ کوئی پُرانا قلعہ تھا۔ بلکہ یہ ایک نہائت برگزیدہ انسان کا مزار تھا۔ جس نے اپنے زہد اپنے تقویٰ دینی پرہیزگاری اور اپنے اخلاص اور محبت الٰہی کی وجہ سے محبوب الٰہی کا لقب حاصل کیا تھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ فوت ہو گئے۔ لیکن اس میں بھی کوئی کلام نہیں۔ کہ آپ لاکھوں نہیں کروڑوں زندوں سے بڑھ کے زندہ ہیں۔ آپ نے قرب الٰہی سے وہ درجہ حاصل کیا۔ کہ خدا نے آپ کے لئے موت حرام کر دی۔ میرا مطلب ان بزرگ سے حضرت نظام الدین اولیاء سے ہے۔ والد صاحب حضرت مسیح موعودؑ کو بھی آپ سے ایک خاص انس تھا۔ بلکہ آپ ان کے حجرہ میں بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں دعا بھی مانگی تھی۔ غرض آپ کے مقبرے کی سیر کرتے ہوئے دل میں بار بار جوش آتا تھا۔ کہ ایک تو وہ بادشاہ ہے۔ کہ جس کے آگے شاہانِ زمان کے سر جھکتے تھے اور اُن کی قبر گو کیسی عالی شان عمارت کے نیچے ہے گر ویران ہے اور ایک یہ فقیر ولی اللہ ہیں۔ کہ گو بادشاہ ہمایوں سے بھی پہلے گزرے ہیں۔ لیکن اب تک ان کے مقبرہ پر وہ رونق ہے۔ کہ ایک گاؤں کا گاؤں بسا ہوا ہے۔ خواہ کم فہم لوگ آپ کی قبر کی زیارت کو کسی غرض کے لئے آتے ہیں۔ لیکن وہ جو دعائیں مانگ جاتے ہیں۔ اُس کا ثواب تو بہرحال آپ کو ملتا ہی رہتا ہوگا۔ اس جگہ مشہور شاعر خسرو کے مزار کو دیکھا یہ بھی حضرت نظام الدین صاحب کے خادمین میں سے تھے۔ ایک اور چیز جو یہاں دیکھی۔ وہ دنیا طلبی کا ایک نقشہ تھا۔ یعنے یہاں ایک باولی ہے۔ جس کے ایک طرف ایک دیوار چلی جاتی ہے۔ جو قریباً پچاس فٹ اونچی ہوگی۔ اتنی بڑی اونچائی پر سے چند لڑکے کچھ پیسے لیکر کودتے ہیں۔ اور ان کا یہی پیشہ ہے۔ انسان کے لئے یہ تدبر کا مقام ہے کہ دو چار پیسوں کے لئے ایک لڑکا پچاس فٹ اونچا جاتا ہے۔ اور پھر زور سے پانی میں کود پڑتا ہے۔ اور پھر اپنے آپ کو بچانے کے لئے تیر کر باہر آتا ہے۔ اور یہ سب کچھ کس لئے چند پیسوں کے لئے۔ تو پھر وہ ہزاروں ہزار احسانات جو خدا انسان پر کرتا ہے۔ اور وہ بے شمار انعامات جن کا وعدہ کرتا ہے۔ اُن کے بدلہ میں غافل انسان ایک تنکا تک نہیں توڑنا چاہتا۔ افسوس! افسوس!! دنیا کی کچھ ایسی حالت ہو رہی ہے۔ کہ یوں تو ایک کام کو لوگ تفریحاً روز کرتے رہیں گے۔ لیکن اگر خدا کی طرف سے حکم آجاوے کہ یوں ضرور کیا کرو۔ تو بہت سے آدمی فوراً اس کام کو چھوڑ دیں اور سو بہانہ بنانے کے لئے تیار ہو جاویں

خیر اس جگہ کی سیر کرکے ہم آگے روانہ ہوئے۔ اور منصور کے مقبرہ کی سیر کی۔ یہ مقبرہ نواب منصور علی خان صفدر جنگ کا ہے۔ ایک تو وہ زمانہ تھا۔ کہ مسلمان ہر بات میں کمال رکھتے تھے۔ مگر آج وہ زمانہ ہے کہ جس بات میں دیکھو۔ زوال ہی زوال ہے۔ نہ علوم و فنون کا شوق ہے۔ نہ صنعت و حرفت کا۔ نہ انجینیری میں دخل ہے۔ نہ زراعت و باغبانی سے واقفیت ہر بات میں اپنے ہمعصروں سے پیچھے ہی چلے جاتے ہیں۔ اور یہ سب اس کا نتیجہ ہے۔ کہ خدا کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ جس کی وجہ سے خدا انہیں چھوڑ بیٹھا ہے۔ ورنہ اس قدر جلدی اس حالت تک پہنچنے سے کیا مطلب افسوس کہ اب بھی اس موقعہ کو ہاتھ سے دے رہے ہیں۔ اور وقت سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ قصہ کوتاہ ہم اس جگہ سے چل کر آگے چلے۔ اب جو جگہ دیکھنے کے قابل آئی تھی۔ وہ قطب مینار ہے۔ جس کے راستہ میں حضرت صاحب کو پچھلی دفعہ نہایت مبارک اور مبشر الہام ہوا۔ یعنے دستِ تو دعائے تو ترحم ز خدا۔ راستہ میں سڑک کے کنارہ پر دو مقبرہ ہیں۔ جن کا نام بیوی باندی کا مقبرہ مشہور ہے۔ جو باندی کا ہے۔ وہ تو بڑا ہے۔ اور جو بیوی کا ہے۔ وہ بہت چھوٹا سا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ ایک دنڈی تھی۔ جو اپنی بیوی کو بہت پیاری تھی۔ تو میاں نے بیوی کے لحاظ سے اس کا مقبرہ خوب اچھی طرح بنوایا۔ لیکن جب وہ بیوی مری تو اس کا مقبرہ بہت چھوٹا سا بنوادیا۔ کیونکہ اس سے کچھ محبت نہ تھی۔ بلکہ کسی قسم کا لحاظ تھا۔ جب لحاظ نہ رہا۔ تو کسی کے دکھاوے کی کیا ضرورت رہی۔ یہ واقعہ بھی بڑی عبرت کے قابل ہے۔ والد صاحب حضرت مسیح موعودؑ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب آپ کے والد فوت ہوئے۔ تو آپ کے بڑے بھائی کے رعب سے بہت لوگ ان کی وفات پر اظہار افسوس کرنے آئے۔ لیکن جب وہ خود فوت ہوئے تو چونکہ حضرت صاحب کا دُنیاداری سے کچھ تعلق نہ تھا۔ اور لوگ آپ کا اس قسم کا رعب مانتے تھے۔ کوئی پوچھنے تک بھی نہیں آیا۔ کہ کیا حال ہے۔ اور یہ واقعات ہمارے سامنے روز ہوتے ہیں۔ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہم روزمرہ دیکھتے ہیں۔ کہ ایک معزز شخص کی زندگی میں تو اگر

ان کے نوکر کو بھی پھوڑا پھنسی نکل آوے۔ تو بڑے بڑے معززین دوستی اور محبت جتلانے کے لئے فوراً آحاضر ہوتے ہیں۔ کہ سُنا ہے کہ آپ کے نوکر کو یہ تکلیف ہوگئی ہے۔ ہمیں سُن کر بہت صدمہ ہوا۔ بڑا وفادار نوکر ہے۔ اور اس قسم کی سَو سَو باتیں بناتے ہیں۔ لیکن اگر اس کا [illegible] اٹھ جاوے۔ تو اگر اُس کا اکلوتا بیٹا بھی دُکھ اور مصیبت میں ہو۔ اور تکلیفوں نے اس کی کمر بھی توڑ دی ہو۔ تب بھی کچھ توجہ نہیں ہوتی۔ یا تو محبت کے دعوے ہوتے ہیں۔ یا ایک ذراسی مدت میں بات نفرت اور حقارت تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر یہ ان ہی لوگوں کی بات ہے۔ کہ جن کے دل نورِ ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔ اور دُنیا طلبی ان کے خمیر میں ہوتی ہے جن کو اس شخص سے محبت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے جاہ و جلال سے ہوتی ہے۔ ورنہ مجنوں کو تو سگِ لیلیٰ تک بھی پیارا تھا۔ تو لیلیٰ کی محبت تو خود سمجھ میں آسکتی ہے۔ واقعی سچّی محبت اور اخلاص تو چہرہ سے پہچانا جاتا ہے۔ دیکھو آنحضرتؐ کی زندگی کیسی پاک تھی۔ حاتم طائی کوئی بزرگ انسان نہ تھا۔ نہ اولیاؔ و ابرار میں سے تھا۔ اس میں ایک نیک صفت سخاوت کی تھی۔ اس کی قوم نے آنحضرتؐ کو بہت تکلیفیں دیں۔ بلکہ بعض تو اس قوم کے آدمی آنحضرتؐ کی وفات تک مسلمان نہیں ہوئے اور حضرت عمرؓ نے جب دمشق فتح کیا ہے۔ تب جا کر مسلمان ہوئے۔ آپ کے پاس حاتم طائی کے قبیلہ کے بہت سے زن و مرد ایک لڑائی کے بعد قید ہو کر آئے۔ آپ نے ان لوگوں میں حاتم طائی کی بیٹی کو بھی دیکھا۔ تو فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ حاتم جیسے آدمی کی بیٹی قید میں رہے۔ اور آپ نے حکم دیا کہ اسے فوراً چھوڑ دیا جاوے۔ مگر اُس نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک میری قوم کے لوگ نہ چھوٹیں میں بھی آزاد ہونا نہیں چاہتی۔ آپ نے اس بات پر سب کو چھوڑ دیا یہ کیا تھا۔ وہی محبت تھی۔ جو سخاوت کی وجہ سے آپ کو حاتم طائی سے بھی جس نے اس کے مرنے کے بعد جبکہ اس کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ آنحضرتؐ کو مجبور کیا۔ کہ اس کی لڑکی۔ بلکہ اس کی کل قوم کو چھوڑ دیں۔ اور قید غلامی سے آزاد کردیں۔ اور صرف آنحضرتؐ کی ہی یہ نیکی نہ تھی۔ آپ کا پاک اثر آپ سے گزر صحابہ پر بھی

جا پڑا تھا۔ کاش! میری قوم بھی اسی رنگ سے رنگین ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام مسیح موعود کے نیک صفات سے حصہ لے۔ آمین) چنانچہ ایک موقعہ پر جبکہ ایک عیسائیوں کی قوم قید ہو کر آئی۔ تو اُس کے بادشاہ کی لڑکی بھی اُن قیدیاں میں تھی۔ جو ایک ادنےٰ صحابی کے قبضہ میں آئی۔ اُسے یہ بات ناپسند ہوئی۔ آنحضرتؐ سے دردِ دل بیان کیا۔ آپ نے اسے آزاد کروادیا۔ اُس کے باپ کو خبر ہوئی تو صدقِ دل سے مسلمان ہوا۔ اور اپنی لڑکی کو ازواجِ مطہراتؓ میں داخل کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ آنحضرتؐ ابھی شش و پنج میں تھے۔ کہ لشکر میں یہ خبر پھیل گئی۔ صحابہ نے اپنی محبت کے جوش میں سب قوم کی قوم کو آزاد کردیا۔ کہ آنحضرتؐ کی بیویؓ کے قوم کے لوگ۔ ہمارے غلام نہیں رہ سکتے۔ آپ نے بھی اس خبر کو سُن کر اس سے بیاہ کرلیا۔ غرض کہ نیک لوگوں کی محبت نہایت بے غرضانہ ہوتی ہے۔ ہاں جن لوگوں کے دلوں میں کھوٹ ہو۔ اُن کی محبت بھی نفرت سے بھری ہوتی ہے۔ اتنا فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک شخص اس سے یہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کہ اصل تعلق خدا سے پیدا کرے کیونکہ اس پر تو فنا نہیں۔ نہ اس کی عظمت ہو شان جاتی رہیگی کہ دُنیا کو اس انسان سے بے رُخی کرنے کا موقعہ ملے۔ بیشک ایک آقا فوت ہو سکتا ہے۔ ایک سردار کی اپنی عظمت جاسکتی ہے۔ ایک باپ پر قضاء الٰہی اپنا کام کرتی ہے۔ ایک بھائی کو یہ دُنیا چھوڑنی پڑتی ہے۔ ایک دوست بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتا لیکن خدا تعالیٰ ان تمام باتوں سے پاک ہے۔ نہ وہ مرتا ہے۔ نہ اُس کی عظمت کم ہوتی ہے۔ اس لئے جو اس کا دوست بنے اور اُس سے تعلق رکھے۔ دُنیا اُس پر اس وجہ سے ظلم نہیں کرسکتی۔ کہ اب وہ جس کے باعث اس کا لحاظ تھا۔ نہیں رہا۔ تو اب اس کا کیا لحاظ۔ بات بڑھ گئی۔ مگر میرا مطلب تو نصیحت سے ہے۔ اگر کوئی فائدہ اُٹھائے۔ تو فبہا۔ ورنہ میرا کچھ نقصان نہیں بلکہ خود اُس کا نقصان ہے۔ میں تو اس نصیحت کے کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اے میرے بھائیو! خواہ وہ مجھ سے چھوٹے ہو کہ بڑے۔ جس سے محبت کرو سچّی کرو۔ مُنہ دیکھے کی محبت نہ ہو۔ کیونکہ جو انسان سے سچّی محبت نہیں کرسکتا۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تعالیٰ سے سچی محبت کرسکے۔ الغرض ہم قطب مینار پر پہنچے۔ یہ دُنیا کی بڑی عمارتوں میں سے ہے۔ اس سے اونچی اور کوئی عمارت نہیں اس کے

سات کھنڈ ہیں۔ اب صرف پانچ رہ گئے ہیں۔ نیچے کا کھنڈ سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں قطب الدین ایبک نے بنایا ہے۔ اور باقی اوپر کے کھنڈ سلطان شمس الدین التمش نے بنائے ہیں۔ یہ ایک مسجد کا کھنڈ ہے۔ اس جگہ یہ ایک مسجد بنانے کی تجویز تھی۔ لیکن اس قدر عالی بنیاد پر شروع کی گئی تھی۔ کہ نا مکمل ہی رہی۔ اس مینار کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر اونچا مینار کس طرح بنایا گیا۔ یورپین سیاح بھی دیکھ کر سخت حیران ہوتے ہیں۔ ہمارا تو بے اختیار سبحان اللہ کہنے کو دل چاہتا ہے۔ کہ وہ عرب کا رہنے والا انسان جس کی نسبت حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ اُسے بعض اوقات فاقہ تک گزر جاتا ہے۔ ایسا پاک اور خدا رسیدہ انسان تھا۔ اس کے وجود میں خدا نے ایسی برکتیں پوشیدہ رکھی تھیں۔ کہ خدا نے اسے گمنامی سے نکال کر اسے اونچے مقام پہ کھڑا کیا۔ کہ اس کے غلاموں نے اُسی کے نام کو ہندوستان جیسے بُت پرست میں آکر پھیلایا اور اُن کی کوششوں سے ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ کروڑوں مشرکوں نے ہندوستان میں بیٹھے ہوئے لا الہ الا اللہ کے نعرے مارے۔ اور جن کے وجود سے ہندوستان میں ہزاروں مساجد تیار ہوئیں چنانچہ یہ مینار ایسی ہی یادگار ہے۔ اگرچہ اس مینار سے اونچے دو اور مینار ہیں۔ ایک مصر میں اور ایک اٹلی میں۔ لیکن جو خوبی اور عمدگی اس میں ہے۔ وہ اور کسی میں نہیں۔ اس کے پاس ایک اور چھوٹی سی لاٹ ہے۔ یہ لوہے کی بنی ہوئی ہے۔ اور ہندوؤں کے زمانہ کی ہے۔ اور ایک مندر کے صحن میں ہے۔ جو خود خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک دلیل ہے۔ کیونکہ اب اس کی بعض دیواروں پر موٹے جلی حروف میں لا الہ الا اللہ نظر آتا ہے۔ یہاں سے ہم ہو گئے خواجہ قطب الدین صاحب کے مزار پہ گئے۔ جو کہ خواجہ معین الدین چشتی کے خلیفہ گزرے ہیں۔ ان بزرگوں پر خدا کے لاکھ لاکھ فضل ہوں ہندوستان میں اسلام پھیلانے کا ذریعہ یہی لوگ ہوئے ہیں۔ جس وقت جبکہ اسلام کے نام سے ہندو متنفر تھے اور وحشی جانوروں کی طرح دور بھاگتے تھے۔ انہوں نے اپنے تقویٰ۔ نہ جہاد۔ نیک نیتی اور بے نفسی کی وجہ سے انہیں رام کیا۔ اور ہزاروں ہزار مخلوق کو اپنی طرف کھینچ لیا اور دائرہ اسلام میں داخل کیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ ان لوگوں کے حالات پڑھ کے دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ کوئی خواہش نہیں کوئی غرض نہیں۔ بس خدا کے لئے انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے اوپر موت قبول کی۔ گر پھر زندگی بھی رہ ملی۔ کہ اُسے کوئی ختم ہی نہیں کر سکتا۔ ان کی وجہ سے جو ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے ہدایت پائی۔ حدیث صحیح کے مطابق وہ اور اُن کی اولاد جو نیک عمل کرتے ہیں۔ اس کا ثواب انہیں بھی پہنچ رہا ہے۔ نہ معلوم کتنے لاکھوں بزرگ اس ملک ہندوستان میں گزرے ہیں۔ ان سب کے اعمال کا اجر وہ بھی پا رہے ہیں۔ کاش کہ ان لوگوں کی قبروں کو دیکھ کر لوگ بجائے شرک کرنے کے دعا کیا کریں۔ کہ خدا انہیں بھی وہی دے۔ اس جگہ یہ ایک بات بہت افسوس کے قابل تھی۔ یہاں کے مجاور جنہیں خواجہ صاحب کے خاندان سے ہونیکا دعویٰ ہے۔ ایسے روحانیت سے اس قدر دور جا پڑے ہیں۔ کہ سوال سے انہیں عار نہیں رہا۔ اور سوال بھی پھر بہت زور سے کرتے ہیں۔ شائد کوئی اکا دکا آدمی ہو۔ تو اسے اپنے کپڑے بچانے بھی مشکل ہو جاویں۔ یہ بھی خدا کی شان ہے۔ جو لوگ ایسے عفیف تھے۔ اُن کے پس ماندے اب اس حالت میں ہیں۔ مگر بُعد زمانہ سے یہ بات کچھ بعید بھی نہیں یہاں سے قریب ہی شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کا مزار ہے۔ اُسے بھی دیکھا اور کچھ مساجد ہیں اُن کے دیکھنے کے بعد واپس آئے۔ جمعہ کے دن ہفتہ کی رات کو ینگشن کے کمرہ میں میرا لیکچر تھا۔ وقت پہ وہاں پہنچے تو کوئی چھ سات سو آدمی وہاں موجود تھا بعض رؤسا دہلی بھی آئے تھے۔ لیکچر انشاء اللہ تشحیذ الاذہان میں چھپ جاویگا۔ میں نے جس طرح خدا تعالیٰ نے سمجھایا وہاں بیان کیا۔ کہ مذہب کیا ہے اور سچے مذہب کی نشانی یہ ہے وہ انسان کو خدا تک پہنچا دے۔ اور اس سے [illegible]ق پیدا کر دے اور بنی نوع انسان میں نیکی اور امن قائم کرے اور چونکہ قرآن شریف ہمیں خدا تک پہنچاتا ہے لیکن برخلاف اس کے آریہ مذہب کے اصول ہمیں خدا تعالیٰ سے متنفر کرتے ہیں۔ اس لئے اسلام تو سچا مذہب ہے اور آریہ مذہب نہیں۔ مثلاً اسلام خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق نہایت پاک تعلیم دیتا ہے۔ لیکن آریہ مذہب خدا کو خالقیت سے جواب دیکر تناسخ کا قائل ہو کر ابدی نجات کا انکار کر کے توبہ کو لغو قرار دے کے ہمیں خدا تعالیٰ سے متنفر کر دیتا ہے۔ جس سے اس کی لغویت ثابت ہوتی ہے اسی طرح اسلام اور آریہ مذہب کی تعلیم کا مقابلہ کر کے دکھلایا گیا کہ اسلام تو دنیا میں امن قائم کرتا ہے۔ لیکن آریہ مذہب فساد ڈلواتا ہے۔ چونکہ مضمون لمبا ہوتا ہے۔ اس لئے میں اس خلاصہ کو بھی یہیں چھوڑتا ہوں۔ چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کا حکم تھا۔ اس لئے ہفتہ کو قصور کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں کے احمدیوں نے ایک جلسہ کیا تھا۔ ۱۲ تاریخ کی شام کو جلسہ تھا۔ صبح کو وہاں پہنچا۔ تھوڑی دیر تک لاہور اور فیروزپور کی جماعتوں سے بہت سے احمدی آدمی اور بھی وہاں آئے۔ یہ جگہ چونکہ وہی ہے جہاں مولوی غلام دستگیر قصوری ہوا ہے۔ اس لئے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ کہ یہاں جلسہ ہونا بھی احمدیوں کی ایک بڑی فتح ہے۔ غالباً اس کی روح بھی اس دن بیچین ہوگی۔ ایک بات جو یہاں عجیب معلوم ہوئی۔ یہ تھی کہ ایک مولوی صاحب نے اس جلسہ میں توحید پر لیکچر دینے کا ارادہ کیا تھا۔ (آپ غیر احمدی ہیں) مگر خدا کی قدرت لوگوں کے کہنے سننے سے آخر انکار کر دیا۔ سبحان اللہ ایک انسان کو خدائی صفات دیکر آسمان پر چڑھانے والی قوم کو خدا نے توحید پر بولنے کا موقعہ تک نہ دیا۔ مگر مجھے تو ان لوگوں کے بغضوں اور کینوں پر تعجب ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسی جگہ میں جہاں لوگ انسانوں سے ڈر کر خدا کی توحید تک بیان کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ احمدی جماعت بہت ہی مخلص ہے۔ خدا کرے۔ کہ ان میں دن رات ترقی ہو۔ میرا مضمون یہاں تقویٰ پر تھا۔ جو انشاء اللہ تشحیذ الاذہان میں چھپ جاویگا۔ میں شام کو پھر روانہ دہلی ہوا۔ وہاں دوبارہ مجھ سے لیکچر کی تجویز ہوئی۔ اور اب کے میرا لیکچر اسلام اور عیسائیت پر تھا۔ اس کا بھی لوگوں پر اچھا اثر ہوا۔ دہلی کی پبلک اس بات پر بہت حیران تھی۔ کہ یہ لوگ آنحضرت کی ہماری طرح عزت کرتے ہیں۔ افسوس لاعلمی نے لوگوں کو تباہ کیا۔ نادان نہیں جانتے

کہ ہم ان سے کہیں بڑھ کر عزت کرتے ہیں۔ چونکہ بات بہت بڑھ گئی ہے۔ اس لئے میں مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اتوار کی شام کو ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ دہلی کے باخلاص احمدی جو چند ایک ہی ہیں۔ سٹیشن پر چھوڑنے آئے۔ اور ریل کے چلنے تک وہیں رہے۔ میں اگرچہ دہلی سے چلا تو سہی۔ مگر یہ دعا کرتا ہوا کہ خدا وہ دن لائے کہ اس شہر کو بھی خدا ہدایت دے۔ اور اس مٹی سے پھر کسی دن اسی قسم کے برگزیدہ لوگ ہوں۔ جن کے مزار پر بکثرت وہاں پلے جاتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے۔ کہ اب دہلی وہ دہلی نہیں رہی جو حضرت صاحب کے جانے کے وقت تھی۔ بلکہ اس میں کئی روحیں سعادت کی طرف جھک رہی ہیں۔ اب میں مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ لیکن دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس درد دل کا اثر تم پر بھی کرے۔ جس سے میں نے یہ مضمون لکھا ہے کاش کہ تم لوگ واقف ہو۔ کہ میں تمہاری خیر خواہی کے لئے کیا درد محسوس کرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ سچے جوش اور خیر خواہی سے لکھا ہے۔ ورنہ میں تو ان لوگوں میں سے ہوں جو پکار پکار کر کہتے ہیں۔ کہ ان اجری الا علی اللہ۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد عفی اللہ عنہ

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

## حضرت احمد قادیانی کی پیشگوئی کا ظہور

## اور شیشۂ مخالفت سنگ واقعات سے چکنا چور

بصیبکم بعض الذی یعدکم

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مع الاکرام اگرچہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو تشریف لے گئے۔ اور ۲۶ ماہ مئی میں آپ کا وصال اپنے مولیٰ الرفیق الاعلیٰ سے ہوا۔ مگر آپ کی صداقت کے نشان ہمیشہ ابد تک صفحۂ دنیا کو تازہ زندگی بخشتے رہینگے۔ اور جیسا کہ آپ کی زندگی میں کوئی ہفتہ کم خالی گذرتا تھا ........ اسی طرح آپ کے بعد کوئی ماہ کم خالی گذرتا ہے۔ جس میں آپ کی فرمودہ پیشگوئی یا کوئی آپ کی صداقت کا نشان ظہور میں نہیں آتا۔ ابھی آپ کے وصال کو ایک سال منقضی ہوا ہے۔ بلکہ ایک ماہ ابھی سال میں سے باقی ہے۔ جو چند در چند پیشگوئیاں آپ کے منہ سے نکلی ہوئی خدا تعالیٰ کے فضل نے متحقق کر دی ہیں۔ جن کو مخالفین اپنی غوریت سے ناممکن اور محال خیال کرتے تھے وہ بیشرم شہر جس میں آپ کو روضہ کی فرضیت بتلانے پر پتھر برسائے گئے۔ گذشتہ رمضان میں کل کا کل (الاماشاء اللہ) روزہ سے بے نصیب اور بخار کے عذاب الیم میں مبتلا رہا۔ اور بجائے غیر روزہ دار پر پتھر برسانے کے ان کی سنت یہ ٹھہر گئی۔ کہ بازار میں سبیلیں املی اور آلو بخارہ (سرد شربت) کی قائم کیں۔ اور بخار جس کو فیح جہنم بھی نبوی لبوں نے فرمایا ہے۔ برابر اُن کو ایک ماہ سے زیادہ تک ..... ستاتا رہا۔ خدا جانے۔ ان نا اہلوں نے کبھی یہ سوچا بھی ہے یا نہیں۔ کہ ہم کو یہ بلا کس پاداش میں پہنچی مگر حضرت کی الہامی پیشگوئی اُن کو متنبہ کر رہی ہے کہ وہ خدا کے ایک برگزیدہ کی مخالفت کرنے کے جرم میں پکڑے گئے تھے۔ چنانچہ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ **طاعون گئی مگر بخار رہ گیا**۔ اس بخار کو امرتسری مکفر متکبر نے بھی عذاب الیم اپنے پرچہ اہلحدیث میں تسلیم کیا تھا۔ اور اس کے ہٹانے کے لئے وہ میدان میں بھی سجدہ و دعا کرنے کو گیا تھا۔ اور لوگوں کو بھی اس طرف دعوت کی تھی۔ مگر اس بدپرہیز بیمار نے اصل حقیقت کو نہ پایا۔ اور حقیقی دوا سے بے نصیب رہا۔ آخر کاشف العذاب نے خود ہی ان کو ..... **اجل ھم بالغوہ** تک پہنچا کر عذاب کو اٹھا لیا۔ مگر افسوس ابھی تک فراعنۂ امرتسر اس کے مقر نہیں ہیں۔ کہ یہ عذاب کسی صادق کی مخالفت میں ان کو پہنچا تھا۔

اسی طرح حیدر آباد دکن کا طوفان بھی حضرت اقدس ع کی صداقت کا آئینہ حق نما تھا۔ جن لوگوں کو حضرت موعود کی اس پیشگوئی کے الفاظ پر نظر ہے کہ

زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمین زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سگر رہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولیٰ کریم
اُن کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

وہ خوب سمجھ سکتے ہیں۔ اور یقین کر سکتے ہیں بلکہ یقین کر چکے ہیں کہ یہ طوفان اسی پیشگوئی کا مصدق تھا۔ جس قدر تباہی حیدر آباد پر آئی۔ اُس کو ایک عالم جانتا ہے۔ مگر جس طرح کانگڑہ کے زلزلہ میں وہاں کے احمدی کل کے کل بچائے گئے تھے۔ اگرچہ خطرناک موقعوں میں بھی رہتے تھے۔ اسی طرح حیدر آباد کے خطرناک مقامات میں جاگزین احمدیان بھی کل کے کل سلامت رکھے گئے۔ یہ دوسرا نشان عظیم الشان تھا۔ آپ کے صدق دعویٰ پر اور آپ کے مسیح موعود ہونے پر۔ پھر دوسرے مقامات پر ان ایام میں برسات کا ایسا غیر معمولی ہونا کہ سچ مچ صحن میں ندیاں چلینگی کا نقشہ دکھلا دیا۔ یہ تیسرا نشان آپ کی وفات کے بعد ہیبت ناک تھا جو ایک عالم میں گرج کے ساتھ ظاہر ہوا۔

پھر سرزمین کابل کے اندر ایک نشان آپ کی صداقت کا ایسا ظاہر ہوا۔ جو کہ دنیا کی نظر میں غیر ممکن نظر آتا تھا۔ مگر وہ آخر ظہور میں آ گیا وہ نشان اس مصرعہ میں بیان ہوا ہے۔ جو الہامی ہے۔ کہ

رہا گو سفندانِ عالی جناب

سرزمین کابل میں ہمارے سلسلہ کے دو معزز اور مستند بزرگوں کو جس بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ دنیا جانتی ہے۔ مگر یہ پیشگوئی جو اوپر مذکور ہوئی۔ ۱۹۰۵ء میں آپ نے فرمائی تھی۔ اور اب چار سال بعد سُنا گیا ہے۔ کہ کابل کی حدود میں احمدی فرقہ کی جس قدر آگے تفتیش ہوتی تھی۔ اب وہ چھوڑ دی گئی۔ اور امیر نے آزادی دے دی ہے۔ کہ مجھے کسی فرقہ سے پرخاش نہیں۔ اور علاً اس کی کارروائی بند کر دی ہے۔ یہ بھی عظیم امر بارعب نشان ہے جو اس موذی ولائت میں وقوع میں آیا۔ اور حضور کی صداقت پر بڑی محکم دلیل ہے۔

اور لیجئے۔ یہ پیشگوئی بھی قبل از وقوع شائع شدہ ہے۔ اور اگر قبل از وقوع اخبارات میں دوسری پیشگوئیوں کی طرح شائع نہ ہوتی۔ تو امرتسری مکفر یہی کہتا۔ کہ اب بنا لی گئی ہے۔

خدا جانے ان لوگوں نے حیا کو کتنے داموں فروخت کر دیا ہے۔ جو اب وہ یوسف کنعان کی طرح ان کے گھر آنا پسند نہیں کرتی ہے۔ کاش یہ لوگ اب بھی باز آ جاویں۔ وہ پیشگوئی